سورة آل عمران

واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا

[illegible]

[illegible]

در مطبع مفید عام اکبرآباد باهتمام محمد [illegible] قادر علی [illegible] طبع شد

هو المستعان

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا

مسمّی به نفیس نفیس

کتابی [illegible] فنا از فیض [illegible] عطا باشد

همین [illegible] یادگار [illegible] دست ما باشد

(مولانا [illegible] مصنف)

در مطبع مفید عام آگره باهتمام محمد قادر علی خان [illegible] طبع شد

التماس

اس رسالہ مین سید محمود مرحوم، ہز ہائنس آغا خان، راجہ صاحب محمود آباد، صاحبزادہ آفتاب احمد خان، حاذق الملک، البشیر بلیہ اخبار کانفرنس کے پریسیڈنٹون اور دیگر اکابر کی رائون، یونیورسٹی کے جلسون کے رزولیوشنون اور دیگر ضروری کاغذات وغیرہ کا اقتباس سلسلہ وار تاریخی طور پر درج کیا گیا ہے جس کا مطالعہ یونیورسٹی کے مسائل پر بحث کرنیکے لئے ضروری ہے اور آخر مین مولف نے خود بھی مسائل عجلت وتاخیر وغیرہ پر بحث کی ہے۔

محمد امین (زبیری)

اڈیٹر ظل السلطان

بھوپال

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائی امور

مسلم یونیورسٹی کی تاسیس کا مسئلہ اس قدر پیچیدہ ہوگیا ہے کہ اُس کے سُلجھانے کے لئے بڑے تحمل و غور اور صبر و استقلال کی ضرورت ہے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی لازمی ہے کہ ہم مسلمانانِ ہند کے تعلیمی رہبرون کی راؤن اور خیالات پر جنھون نے گذشتہ پندرہ سال سے اس کے متعلق رہنمائی کی ہے یکسوئی کے ساتھ غور کرین اور اُن تمام ابواب کا عمیق نظر سے مطالعہ کرین جو گذشتہ ۱۸ سال مین جامع اسلامی کی تاریخ مین قائم ہوچکے ہین۔

اس تخیل کی بنیاد سید محمود مرحوم کے دل و دماغ مین قائم ہوئی تھی اور انھون نے یہ سلسلۂ طریقۂ انتظام و سلسلۂ تعلیم مدرسۃ العلوم مسلمانان اپنے اس تخیل کو الفاظ مین بھی ظاہر کردیا تھا اور مدرسۃ العلوم کے نام کے بعد ہی اُنھون نے دوسری دفعہ حسب ذیل الفاظ مین قائم کی تھی۔

سید محمود مرحوم کی راے دربارہ الحاق و اختیارات

"سب سے پہلے مجھکو یہ بیان کرنا چاہئے کہ بجز اس کے کہ گورنمنٹ محض نگران حال ہے اور کسی قسم کی مداخلت گورنمنٹ کی اس دارالعلوم مین نہین ہونی چاہئے"

پھر اس مسئلہ کی تصریح نہایت صاف طور سے اس طرح کی ہے کہ :-

"سب سے عمدہ مدارس تعلیم علوم کے یورپ مین بھی بالکلیہ یا قریب اُس کے اس مُلک کی گورنمنٹ کی مداخلت اور انتظام سے علیحدہ ہین اور یہ بات اُن مُلکون مین ہے جہان کی گورنمنٹ اُسی قوم کی ہے جس کی تعلیم منظور ہے۔ پس یہ دلیل ہندوستان مین کسی قدر زیادہ قوی ہو جاتی ہے جہان کہ گورنمنٹ قریباً کل کے مرکب ہے اُن لوگون سے جو اُسی قوم کے ہین جن کی زبان اور مذہب اور خیالات ہم سے مختلف ہین۔ اِس بیان سے میری یہ غرض نہین ہے کہ مین اُن تینون چیزون کے کچھ برخلاف کہنا چاہتا ہون یا اُن مین اور اپنے مین مجھ کو کچھ مقابلہ کرنا منظور ہے بلکہ صرف دلیل کو قوی کرنے کے لئے کہتا ہون کہ یہ بات قریباً غیر ممکن کے ہے کہ برٹش گورنمنٹ ہماری حاجتون کو جو تعلیم و تربیت سے تعلق رکھتی ہین پورا پورا سمجھے یا اُن کا کامل طور پر بندوبست کر سکے حد سے حد جو ایک تربیت یافتہ اور روشن ضمیر گورنمنٹ سے ہو سکتی ہے وہ اُس شئے کا حاصل کرنا ہے جو اب بھی ہم کو حاصل ہے یعنی دل بڑھانا اور مربی ہونا۔ اگر ہمارے دار العلوم سے عمدہ تعلیم پانی مقصود ہے تو انگریزی گورنمنٹ خود بخود ہماری دار العلوم کی مربی ہوگی اور اگر کچھ روپیہ کی مدد ہم کو ہماری گورنمنٹ دے گی تو ہم کو گورنمنٹ کی نگرانی کرنے پر کچھ عذر نہو گا بشرطیکہ ہمارے انتظام مین کچھ مداخلت نہو۔ گورنمنٹ کی مربیانہ اور فیاضانہ مدد سے ہم اپنی تدبیر کو بہ نسبت اس کے جو گورنمنٹ موجودہ حالات مین کر سکتی ہے بہت زیادہ آسانی اور کامیابی سے انجام کو پہونچا سکتے ہین"

پھر مسئلہ الحاق کے متعلق کہا ہے کہ "

"دار العلوم کا بلا شبہہ علی گڈہ مین مقرر ہونا چاہئے جیسا کہ کمیٹی فیصل کر چکی ہے مگر مدرسہ دار العلوم کے مختلف مقامون اور شہرون مین بھی جہان کہین کہ ممکن ہو مقرر ہونے چاہئین اور جو مدرسے

مشابہ مدرسۂ مجوزہ دار العلوم کے ہون اُن کو اپنے ساتھ شامل کرلینا چاہئیے تاکہ مدرسۃ العلوم کے لئے بہت سے طالب علم ہر ایک مقام سے تیار ہوسکین ''

اجلاس ہائے کانفرنس کے صدر نشینون اور اخبارات کی راؤن کی وقعت

اس کے بعد جب سے یہ مسئلہ کانفرنس مین پیش ہوا اُس وقت سے برابر یونیورسٹی پر خیالات ظاہر کئے گئے اور مسلم امر ہے کہ کانفرنس کے پریسیڈنٹ قومی تعلیم کے مسلم الثبوت رہنما ہوتے ہین۔ اُنھون نے سنہ ۱۹۱۵ء تک اپنے جو خیالات ظاہر کئے وہ اس قابل نہین ہین کہ سنہ ۱۹۱۶ء کی پہلی ہی ربا ہی مین نظر انداز کر دئے جائین اسی طرح سنہ ۱۹۱۱ء سے قومی اخبارات نے اپنے مضامین مین بھی ہمارے لئے بہت کچھ سرمایۂ بصیرت و بصارت جمع کرکے اُنھون نے رائے عامہ کو ایک مرکز پر قائم کر دیا ہے۔

ہم نے اِن تمام بیش بہا ایڈرسون اور راؤن کو غور کے ساتھ مطالعہ کیا ہے اور اُن مین سید محمود مرحوم کے تخیل ہی کے الفاظ کو گوناگون رنگون کی آب و تاب کے ساتھ نمایان پایا ہے۔

دو اہم مسائل الحاق و اختیارات

ہمارے سامنے یہ مسائل جن پر کہ اس وقت قوم مین معرکۃ الآرا اختلاف واقع ہے صرف دو ہین۔ ایک کالجون اور مدرسون کا الحاق اور دوسرا گورنمنٹ کے اختیارات۔ اِن مسائل کے متعلق ہم سے صاف طور پر شرعی، اخلاقی اور قانونی وعدہ کیا گیا ہے کہ ہماری تمام تعلیم گاہین یونیورسٹی سے ملحق ہونگی۔ ہم کو باور کرایا گیا ہے کہ ہماری یونیورسٹی آزاد یونیورسٹی ہوگی۔ جو اسکیمین مرتب ہوئین اُن پر غور کیا گیا اور دلائل و وجوہ کے ساتھ الحاق کی ضرورت ثابت کی گئی۔

مسئلۂ الحاق

مسٹر بیک کی رائے

سنہ ۱۸۹۹ء مین مسٹر بیک نے جو چھٹی محمڈن یونیورسٹی کے متعلق لکھی تھی اُس مین نہایت صاف طور پر اس مسئلہ کے متعلق اظہار رائے کر دیا ہے۔

اُس مین شک نہین کہ اس اسلامی یونیورسٹی کا مسلمانون کی دیگر تعلیمی انسٹی ٹیوشنون سے جو تمام ہند مین ہون ایک گہرا تعلق ہوگا۔ سیکڑون اسلامی اسکول اس کے ساتھ ملحق کئے جائینگے اور وہ اس کے داخلہ کے امتحان کے لئے طلبا کو تیار کرین گے اور اسلامی کالج اور اسکول اس یونیورسٹی مین اپنے پروفیسرون اور اسکول ماسٹرون کو طریق تعلیم سیکھنے کے لئے بھیجینگے۔ یہ مسئلہ کہ کس طرح اور کس حد تک یہ انسٹی ٹیوشن اپنے بڑے مرکز سے پیوستہ کی جائینگی اُس وقت سوچا اور حل کیا جائیگا جبکہ رفتہ رفتہ تجویز کو پختگی حاصل ہوگی ؎

ڈاکٹر ضیاءالدین کی راے

ڈاکٹر ضیاءالدین جن کا تعلیمی تجربہ محتاج بیان نہین الحاق کے سخت مؤید رہے ہین اُنھون نے اس بحث پر راے دیتے وقت ظاہر کیا تھا کہ :۔

دو باتین اس کے متعلق بحث طلب ہین اور ہم چاہتے ہین کہ اُن کا قطعی فیصلہ کر دین۔ اول یہ کہ آیا ہم اُن کالجون کو بھی شامل کر سکتے ہین جو کہ علی گڈھ کے باہر ہون کیونکہ کیمبرج اور آکسفورڈ یونیورسٹی کے متعلق تمام کالج ایک ہی شہر مین واقع ہین اور دوسرے یہ کہ آیا ہم ڈگری صرف اُنھین طالب علمون کو دین جو کہ احاطہ کالج مین لائق اُستادون کی زیر نگرانی ہین ہندوستان جیسے وسیع ملک مین ہندوستان کے تمام لڑکون کو علی گڈھ مین ایک جگہ جمع کرنا ناممکن ہے ہم یہ یونیورسٹی ضلع علی گڈھ یا ممالک مغربی و شمالی کے لئے ہی قائم نہین کر رہے ہین بلکہ ہماری غرض یہ ہے کہ ہندوستان کے تمام مسلمان اُس کو اپنی یونیورسٹی سمجھکر اُس سے فائدہ اُٹھائین ؎

آکسفورڈ اور کیمبرج یونیورسٹیان اس بات کی کوشش کر رہی ہین کہ یونیورسٹی تعلیم کو ہر ایک دہقان کے دروازہ تک پہنچادین۔ ہمارے لئے کہان تک یہ عقلمندی کا کام ہوگا کہ ہم سکیڑکر ایک احاطہ تک محدود کر دین اس لئے میری راے مین ہم کو اُن اسلامی کالجون کو جن مین کہ تعلیم اور

تربیت کا قابل اطمینان انتظام ہو یونیورسٹی مین شامل کرنا چاہیئے"

میری راے مین ہم کو ڈگریان صرف اُنہین طالب علمون کو دینی چاہیئین جو کہ یونیورسٹی کالج یا اور کسی کالج مین جو کہ یونیورسٹی کے نزدیک قابل اطمینان حالت مین ہو سکونت اختیار کرین"

آنریبل مسٹر مارلیسن کی راے

دسمبر ۱۸۹۸ء کے اجلاس لاہور مین آنریبل مسٹر تھیوڈور مارلیسن (سابق پرنسپل محمڈن کالج) نے خود جو یونیورسٹی قائم کئے جانے کے متعلق ریزولیوشن پیش کیا تھا تو اُنھون نے بیان کیا تھا کہ :-

"میری ذاتی راے یہ ہے کہ مجوزہ یونیورسٹی ایک رزیڈنشل یونیورسٹی ہو یعنی ڈگری یہان سے ڈے اسکالرز کو نہ ملا کرے بلکہ آکسفورڈ اور کیمبرج یونیورسٹی کی طرح صرف اُنھین کو ملے جنھون نے ایک مُعیّنہ میعاد یونیورسٹی مین قیام کرکے ختم کی ہو- میرا منشا یہ نہین ہے کہ سکونت علی گڈھ ہی کے لئے مخصوص ہو بلکہ اُن کالجون کے بورڈنگ ہاؤسون کی سکونت بھی مراد ہے جو طلبا کے خصائل و اخلاق اور تربیت کی اسی احتیاط کے ساتھ ذمہ داری قبول کر سکین جس طرح کہ مرکزی درس گاہ مین ہوتی ہے"

پھر ۱۹۰۱ء کے اجلاس مدراس مین اُنھون نے اس یونیورسٹی کا نام سنٹرل محمڈن یونیورسٹی رکھا ہے۔

ہز ہائینس آغا خان کی راے

ہز ہائی نس آغا خان جنھون نے در اصل اس تخیل کو عملی صورت عطا کی ۱۹۰۴ء کی کانفرنس بمبئی مین صاف طور پر بیان کرتے ہین کہ :-

"ہم سنٹرل یونیورسٹی چاہتے ہین اور اُس کے زیر اختیار بہت سے کالجون کے دیکھنے کی خواہش رکھتے ہیں"

پھر وہ ۱۹۱۱ء مین بمقام دہلی ارشاد کرتے ہین کہ :-

میں نے ایک سے زیادہ مرتبہ یہ راے ظاہر کی ہے کہ علاوہ یونیورسٹی کے ہمیں اول درجہ کے پراونشل کالج قائم کرنے چاہئیں جو مسلم یونیورسٹی کے ساتھ ملحق کیئے جائیں۔"

آنریبل محمد شفیع کی راے ۱۹۰۸ء مین پنجاب کے مشہور لیڈر خان بہادر میاں محمد شفیع نے امرت سر مین لوکل کالجون کے قائم کرنے کی ضرورت ظاہر کرتے ہوتے کہا ہے:۔

"یہ بھی ضروری ہے کہ یہ کالج ایک ہی اصول اور طرز پر تعلیم دین اور ایک ہی مرکز سے ملحق ہون۔"

صاحبزادہ آفتاب احمد خان کی راے اسی سنہ مین اس موقع پر صاحبزادہ آفتاب احمد خان صاحب نے بڑی بلند آہنگی کے ساتھ کہا ہے کہ:۔

"فی الحقیقت ہماری یونیورسٹی ہندوستان کے اسلامی مکاتب و مدارس اور کالجون کے مجموعہ کا نام ہوگی۔"

سر سیّد علی امام کی راے اس کے بعد ہی سیّد علی امام نے لکھا تھا کہ:۔

"قومی یونیورسٹی کے قائم ہونے سے جو مفید نتائج پیدا ہو سکتے ہین اُن کا ادنیٰ اندازہ اس مرسے لگائیے کہ اُس کا ایک ہی مرکز ہوگا۔ تعلیم کا ایک ہی طرز اور ضابطہ ہوگا۔ ہمارے جس قدر کالج وغیرہ موجود ہین اُن مین اور ایک بڑی قوت مین جس کے رہبر میرے مخدوم جناب مولانا شبلی ہین یعنی ندوہ مین اگر کوئی رشتہ قائم ہو سکتا تو وہ یونیورسٹی کے ذریعہ سے ہو سکتا ہے۔"

مولوی عزیز مرزا مرحوم کی راے ۱۹۰۹ء مین بمقام رنگون مولوی عزیز مرزا مرحوم نے لکھا تھا کہ:۔

"یونیورسٹی قائم ہوجانے کے بعد اسلامی آبادی کے تمام مرکزون مین کالج ہون گے اور یہ تمام کالج محمڈن یونیورسٹی کے ماتحت اور تابع ہون گے۔"

یہ مسئلہ الحاق ایسی مستقل و یقینی صورت اختیار کرچکا تھا کہ کسی شخص کا اس طرف خیال بھی رجوع نہین ہوتا تھا کہ مطلوبہ یونیورسٹی غیرالحاقی یونیورسٹی ہوگی۔ حکام گورنمنٹ بھی یہی سمجھ رہے تھے جو کہ ہم سمجھ رہے تھے۔

کمشنر کراچی کی رائے ۔ کراچی مین جس وقت چندہ جمع کرنے کے لئے ڈپوٹیشن گیا ہے تو اُس کے ایک جلسہ مین آنریبل مسٹر ینگ ہسبینڈ کمشنر نے جو تقریر کی تھی وہ ہمارے اس قول کی ایک ناقابل تردید شہادت ہے۔ اُنھون نے کہا تھا کہ :۔

"یہ سوال ہوسکتا ہے کہ سندہ کو یونیورسٹی سے کیا فائدہ پہنچے گا؟ اس سوال کا شافی جواب ڈپوٹیشن کی طرف سے ملے گا مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اکثر لحاظ سے یہ اسکیم ہمارے حق مین مفید ہوگی۔ چونکہ مقامی درس گاہون مین مذہبی تعلیم نہین دی جاتی اِس لئے سخت مشکلات پیش آتی ہین جن کا صحیح حل میسر نہین ہوسکتا اور اگر مسلم یونیورسٹی کی مثل کسی درسگاہ مین دینیات کی ایک فیکلٹی قائم ہوجاے تو ان مشکلات کا حل ہاتھ آجائے گا اس صوبہ کی انتظامی ضروریات مین سے اس ضرورت سے بڑھکر مین اور کسی ضرورت کو نہین جانتا کہ مسلمانون کو صحیح معنی مین تعلیم دی جاے۔ گورنمنٹ کے ہر صیغہ مین اس ضرورت کی جھلک نمودار ہے اور مہمان جو اسکیم آپ کے سامنے پیش کرنے والے ہین اُس پر غور کرنے کی آپ سے سفارش کرتا ہون"۔

اختیارات و آزادی

مسئلۂ اختیارات کو اگرچہ کبھی تصریح کے ساتھ بیان نہین کیا گیا لیکن ذمہ دار اور فصیح و بلیغ حضرات نے اپنے الفاظ سے یہ ضرور باور کرادیا کہ ہماری یونیورسٹی اُسی قسم سے آزاد ہوگی جیسی پرائیویٹ

درس گاہین آزاد ہوتی ہین جس کی مثال آکسفورڈ یا کیمبرج ہے۔

خلیفہ محمد حسین مشیر الدولہ کی رائے ۱۹۰۵ء مین خلیفہ محمد حسین صاحب مشیر الدولہ ممتاز الملک نے ہم سے کہا تھا کہ :-

"جن اغراض کی خاطر سید مرحوم نے علی گڈہ کالج بنا کر محمڈن یونیورسٹی کی بنیاد ڈالی تھی جب تک کہ ہم اپنی تعلیم کے سامان کو اپنی مجموعی قوتون سے مکمل و مستحکم کرکے اس کو کالج سے یونیورسٹی نہ بنالین اور اپنے طرز تعلیم پر کامل اختیار حاصل نہ کرلین"

نواب عماد الملک کی رائے ۱۸۹۹ء مین معمر و بزرگ محترم عماد الملک نے جو ہماری قوم مین مسئلۂ تعلیم کا ماہر ہے مجوزہ یونیورسٹی کے مسئلہ پر جو تحریری رائے نواب محسن الملک مرحوم کو بھیجی تھی اُس مین لکھا تھا کہ

"کوئی وجہ نہین کہ ہم ہمت ہار بیٹھین بلکہ ہمین دونی قوت کے ساتھ اپنے واسطے ایک معقول دارالعلوم قائم کرنے کے لئے سعی و کوشش جاری رکھنی چاہئے جو تمام اُن قیود سے پاک اور اُن حدود سے آزاد ہو جو سرکاری مداخلت کے ساتھ توام ہین۔ ہماری خاص ضرورتین اور مقتضیاتِ وقت ایسے مدارس سے حاصل نہین ہوسکتے جن مین پولٹیکل مصالح تعلیم اخلاق و مذہب کے سد راہ ہون"

پھر ۱۹۱۱ء مین یونیورسٹی کی تعریف کرتے ہوے اُس کو آکسفورڈ یا کیمبرج کے نمونہ پر ڈہالنے کی رائے دی تھی اور پھر اُن مشہور یونیورسٹیون کی تعریف سلطنت برطانیہ کے وزیر کی زبان سے یون کی تھی کہ :-

"اُن دونون کی بنیاد فیاض اور مذہبی لوگون نے ڈالی تھی اُن کا گورنمنٹ سے کوئی تعلق نہین ہے اور اُن کی روایات مین کسی اور کا دخل نہین ہے۔ ہندوستان مین بھی اس بات کی ضرورت ہے۔ آپ کو ایسی یونیورسٹی کی ضرورت ہے جو اپنا انتظام خود کرے اور جس کی بنیاد مذہب پر ہو"

اس کے بعد انھوں نے دعا کی تھی کہ :-

"اے معزز حاضرین! مین آکسفورڈ جیسے مہتم بالشان دارالعلوم کا نام لے کر دست بدعا ہون کہ آپ اپنی کوششون مین فائز المرام ہون"

صاحبزادہ آفتاب احمد خان کی رائے ۱۹۰۹ء مین صاحبزادہ آفتاب احمد خان صاحب نے اپنی تقریر مین کہا ہے کہ :-

"خوب سمجھ لیجئے گا جو نظام تعلیم ملکی مصالح کا تابع ہو وہ مرض کا علاج نہین ہو سکتا اور اسی لئے سر سید آخر وقت تک سمجھاتے رہے کہ جب تک قوم کی تعلیم خود قوم کے ہاتھ مین نہ آئیگی اُس وقت تک وہ اصلی بہبودی کا ذریعہ نہین ہو سکتی - یہ مقصد اُس وقت حاصل ہوگا جب کہ اپنے نظام تعلیم کی باگ خود ہمارے ہاتھ مین ہوگی جبکہ بیرونی رکاوٹین ہمارے پروگرام مین حارج نہ ہون گی اور جبکہ حصول علم کے ضروری ذرائع بہم پہنچانے کا پورا پورا موقع حاصل ہوگا"

پھر وہ اپنے مشہور رسالہ کانفرنس مین جس کو ۱۹۱۱ء مین شائع کیا تھا سمجھاتے ہین کہ :-

"اور یہ عرض کیا جا چکا ہے کہ مجوزہ یونیورسٹی اصولاً آکسفورڈ اور کیمبرج کے نمونے پر ہوگی - آکسفورڈ اور کیمبرج کی ممتاز خصوصیات جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا دو ہین یہ کہ گورنمنٹ سے اُن کو کوئی تعلق نہین اور وہ بالکل آزاد ہین - دوسرے یہ کہ وہ محض نصاب مقرر کرکے امتحان لینے والی یا محض تعلیم دینے والی جماعتین نہین ہین بلکہ تربیت کا خاص اہتمام کرتی ہین"

آنریبل مسٹر مارلیسن کی رائے اس رسالہ مین انھوں نے مسٹر مارلیسن کا بھی یہ فقرہ تحریر کیا ہے کہ "ہماری تمنا اس یونیورسٹی کی قائم کرنے مین صرف یہ ہے کہ مسلمانون کی تعلیم پوری طرح سے

مسلمانون ہی کے ہاتھون مین ہو"

عام جوش

اس دوران مین ہمارے قومی اخبارات اور پرجوش مقررین نے اپنے مضامین وتقاریر مین زور فصاحت وبلاغت صرف کیا اور اشتعال وہیجان جذبات مین جس طرح اپنی قوت تحریر وتقریر سے کام لیا ہے وہ بھی انہین باتون کی تائید مین تھا علماے کرام نے مجالس وعظ مین اس مسئلہ کو اپنا موضوع بنایا۔ صوفیاے کرام ومشائخ عظام نے حلقہ مریدین مین اس پر توجہ ڈالی۔ رؤسا ووالیان ملک نے نہ صرف گران قدر رقوم ہی دین بلکہ اپنی اپنی ریاستون مین فراہمی چندہ کی تحریک کی اور تقریرین کین۔ خواتین اسلام نے بھی حصہ لیا اور جو کچھ کمی تھی اُس کو ہر ہائینس فرمانرواے بھوپال دام اقبالہا ومتع المسلمین بطول حیاتھا نے ہر طریقہ سے پورا کر دیا اور بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ قوم کی قوم یونیورسٹی کی امید مین سرشار ہوگئی اور الحاق وآزادی کے مسائل نے روایاتِ قومی کی صورت اختیار کر لی۔

حکام سلطنت کی ہمدردی

سلطنت ہند کے نیک دل اور ذمہ دار برطانوی عہدہ دارون نے حوصلہ افزائی کی اور ان قومی خواہشون کے ساتھ ہمدردی ظاہر کی فراہمی چندہ مین اخلاقی امدادین دین اور بعض فیاض طبع جنٹلمینون نے صرف لفظی ہمدردی ہی نہین کی بلکہ مالی امداد بھی دی کالج مین آنریبل مسٹر لاٹوش لفٹنٹ گورنر کی تقریر جو بجواب ایڈریس ٹرسٹیان کالج ۷۔ نومبر ۱۹۱۱ء کو ہوئی تھی ہمدردی سے لبریز تھی۔ دہلی کے اجلاس کانفرنس مین آنریبل مسٹر بٹلر ممبر تعلیم کی اسپیچ ہمارے لیئے ایک پیغام بشارت تھی کہ:-

صرف ۳۰ لاکھ روپیہ جمع کرنے سے یونیورسٹی مل جائیگی۔"

سنٹرل انڈیا کے مسلمان ہز آنر سر الیف اوڈوائر لفٹنٹ گورنر پنجاب کی وہ تقریر جو مارچ ۱۹۱۱ء مین اُنھون نے بہ حیثیت ایجنٹ نواب گورنر جنرل اندور بھوپال مین اسٹیٹ ڈنر کے موقع پر فرمائی تھی کبھی نہین بھول سکتے۔ اُنھون نے ہر ہائینس کی فیاضیون کا تذکرہ کرتے ہوے یونیورسٹی کے متعلق کہا تھا کہ:-

"یہ ایک ایسی اسکیم ہے جس کی تکمیل کی صورت اب نظر آنے لگی ہے اور جس وقت یہ اچھے پیمانہ پر قائم ہو جائیگی تو ہم کو یقین ہے کہ ہندوستان مین یہ ایک ایسی تعلیم گاہ ہوگی جو غرناطہ اور قرطبہ کی شان کو دوبارہ زندہ کردے گی۔"

ایک طرف حکام کی یہ ہمدردی، دوسری طرف جوشیلے خطبے تقریرین اور پرائیویٹ صحبتون مین اس کے تذکرے کامیابیون کی کُنجیان تھین۔ اسی کے ساتھ الحاق و آزادی کے روح افزا تخیلات نے غرناطہ و قرطبہ کے خواب دکھلانے شروع کردئے تھے۔

آنریبل ممبر تعلیم کی چٹھی اور شملہ مین ایک فد کی باریابی

اس جولائی ۱۹۱۱ء کو آنریبل ممبر تعلیمات کی چٹھی موسومہ راجہ صاحب محمود آباد نے صرف روپیہ جمع ہونے پر تمام خواہشات کے پورا ہونے کا یقین دلادیا۔ اس چٹھی سے معلوم ہوتا تھا کہ راجہ صاحب نواب وقار الملک، صاحبزادہ آفتاب احمد خان اور ڈاکٹر ضیاء الدین نے پرائیویٹ ملاقات مین ممبر تعلیم کے سامنے اپنی قوم کی خواہشات کے اظہار مین پورے طور پر نیابت کے فرض کو ادا کر دیا ہے۔ اس چٹھی کے ہر ہر لفظ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ گورنمنٹ ہماری خواہشات سے لاعلم نہین رہی تھی اور ہمارے اس خیال کی تائید نواب وقار الملک کے اُس نوٹ سے

اچھی طرح ہوتی ہے جو اُنھون نے ۲-اگست ۱۹۱۱ء کے علی گڈھ گزٹ مین شائع فرمایا ہے۔ نیز علیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ کی اشاعت ۲۴ جولائی ۱۹۱۲ء مین تو صاف ظاہر کر دیا ہے کہ مئی ۱۹۱۱ء مین جبکہ مسلم یونیورسٹی کانسٹیٹیوشن کمیٹی کے ایک وفد کو شملہ مین آنریبل ممبر تعلیمات کی خدمت مین باریابی ہوئی تو جناب ممدوح نے مسئلۂ الحاق سے کسی قسم کا اختلاف ظاہر نہین کیا۔

ترتیب قانون وقواعد

یہ دور امیدون اور تمناؤن کا دور تھا۔ قوم کے بہترین دل ودماغ اور تعلیمی تجربہ کار آئین وضوابط اساسی کے بنانے مین مصروف ہو گئے۔ چنانچہ قومی وملکی ضرورتون اور سلطنت ہند کی مصلحتون پر نظر کر کے ایک مسودہ تیار ہوا اور وہ ممبران کانسٹیٹیوشن کمیٹی اور ٹرسٹیان کالج کے ملاحظہ اور اظہار راے کے لئے پیش کیا گیا اور پھر ممبر تعلیم کے ملاحظہ مین بھیجا گیا۔ اس مسودہ مین جیسا کہ تمام مسلمان پبلک کو معلوم ہے حاکم ومحکوم کے تعلقات کا پورا لحاظ رکھا گیا تھا اور اس بات پر غور کر لیا گیا تھا کہ:-

گورنمنٹ[۵] کو یہ امر ضرور دیکھنا ہوگا کہ وہ اس بات پر اطمینان کر سکتی ہے کہ مسلم یونیورسٹی کے طلبا ایسی ہی قابلیت اور ایسے ہی اعتماد کے قابل ہون گے جیسے کہ دوسری سرکاری یونیورسٹیون کے طلبا ہوتے ہین اور اس کے لئے کام کرنے والون پر اعتبار، قواعد وضوابط اور مالی حالت کی تنقید لازمی ہے۔ اسی کے ساتھ ہم نے اس کو استحقاق سمجھا تھا کہ ہم یہ خواہش کرین کہ گورنمنٹ کو ہر قسم کا ضروری اطمینان دلانے کے بعد ہم کو بھی ایک ایسی واجبی آزادی حاصل ہونی چاہئے جو مجوزہ یونیورسٹی کو عام نگاہون مین باوقعت ثابت کرے

---

[۵] اقتباس از یادداشت آنریری سکرٹری صاحب کالج علی گڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ ۱۹۱۲ء۔

اور اُس کے چلانے والوں کے بھی اعزاز کے منافی نہو''

اس مسودہ میں یہ امر بھی پیش نظر تھا کہ چونکہ اس کا تعلق کسی خاص صوبہ سے نہیں ہے بلکہ ہندوستان کے کل صوبوں سے ہے لہذا حضور وائسرائے چانسلر تجویز کئے گئے اور سینیٹ میں پانچ ممبران اُن کی طرف سے داخل ہونا تجویز ہوئے۔ وائس چانسلر کورٹ کے ممبروں میں سے بمنظوری چانسلر تجویز ہوگا جس کا مسلمان ہونا لازمی ہے اور وہی کورٹ آف ٹرسٹیز کا سکرٹری ور کونسل وسینیٹ کا پریسیڈنٹ ہوگا۔

حضور وائسرے کو چانسلر تجویز کرنے سے یہ مقصد تھا کہ اس سے یونیورسٹی کا اعتماد بڑھے گا۔ مسلمانوں کو افتخار حاصل ہوگا۔ صوبوں کے اعلیٰ حکام کو ایکس افیشیو ریکٹر، والیان ریاست ریکٹر اور دیگر ہمدرد اصحاب کو وزیٹر تجویز کیا گیا جن کا تقرر حضور وائسرائے کی منظوری سے مشروط رہا اور اسی طرح حضور وائسرائے کو منظوری واسترداد کا حق دیا گیا اور ان اختیارات کو گورنمنٹ آف انڈیا کے شاہی اختیارات کا ایک جزو سمجھا گیا۔

پریس کمونیک

اب دوسرا دَور شروع ہوتا ہے جس میں افسردگی، مگر افسردگی کے ساتھ حوصلہ کے بھی آثار نمایاں ہوتے ہیں۔

اس دَور کا آغاز جولائی ۱۲ء۱۹ سے ہوتا ہے جبکہ گورنمنٹ آف انڈیا کے صیغہ تعلیم کی طرف سے ایک اعلان شائع ہوا کہ :-

"یہ قطعی طور پر فیصلہ ہوگیا ہے کہ علی گڈھ اور بنارس کی یونیورسٹی کا دائرہ (اثر) اُسی مقام تک محدود رہے جس میں کہ وہ (یونیورسٹی) قائم ہو"

آنریبل ممبر تعلیم کا مراسلہ الحاق و اختیار کے متعلق

اس اعلان کے بعد ہی ۹۔ اگست ۱۹۱۲ء کو آنریبل ممبر تعلیمات کا باضابطہ مراسلہ بذریعہ تار راجہ صاحب محمود آباد کے نام شملہ سے صادر ہوا جس مین نامنظوری الحاق کے وجوہ بیان کیے گئے تھے اور یہ فیصلہ بھی کر دیا گیا کہ حضور وائسرائے چانسلر ہون اور یونیورسٹی اپنا چانسلر خود انتخاب کرے لیکن چانسلر کے اختیارات جو تجویز ہوے ہین اُن کو گورنر جنرل با جلاس کونسل کام مین لائین۔ اسی طرح چند اور بھی ترمیمین تھین اور نیز یہ راے دی گئی تھی کہ :۔

"مسودہ پر قابل بحث خاص خاص عنوانون کے لحاظ سے از سر نو کانسٹیٹیوشن کمیٹی غور کرے"

بااین ہمہ زیر ہند نے کانسٹیٹیوشنون کے متعلق مع اُسکی جملہ تفصیلات کے اور علی الخصوص یونیورسٹی کی جماعت ہاے ترکیبی کے درمیان تقسیم اختیارات کے متعلق اپنے فیصلہ کو محفوظ رکھا تھا۔ اسی کے ساتھ ہم کو یہ مژدۂ جان فزا بھی سنایا گیا کہ اگر ۳۰ لاکھ روپیہ کی مقررہ رقم فراہم ہو جائے۔ کانسٹیٹیوشن گورنمنٹ ہند کے اطمینان کے قابل مرتب ہو جاے تو یونیورسٹی کے سرمایہ مین انسپکشن اور آڈٹ کے خاطر خواہ نتائج پر ایک سالانہ عطیہ عنایت ہوگا۔ آخر مین "مُسلم" یا "محمڈن یونیورسٹی" کے نام کے بجاے "یونیورسٹی علی گڈھ" کا نام بطور فیصلہ قطعی تجویز کر دیا۔

ممبر تعلیم کے مراسلہ پر قومی لیڈرون کی رائین

اس اعلان اور مراسلہ کا شائع ہونا تھا کہ تمام قوم مین ایک قسم کی مایوسی پیدا ہو گئی اور اس

دو مایوسی مین اُس کے تعلیمی اور پولیٹکل رہنماؤن اور نرم و گرم خیالات کے لیڈرون نے اس پر آزادی کے ساتھ رائین ظاہر کین جو قابل ملاحظہ ہین۔ سب سے پہلے ہم کو اُس مراسلہ پر نظر ڈالنی چاہئے جو راجہ صاحب محمود آباد نے آنریبل ممبر تعلیم کی خدمت مین اُن کے مراسلہ کے جواب مین ارسال کیا۔ جس مین اُنھون نے کانسٹیٹیوشن کمیٹی کی رائے کا اس طرح اظہار کیا ہے کہ:۔

کانسٹی ٹیوشن کمیٹی کی رائے کا خلاصہ اور راجہ صاحب محمود آباد کا مراسلہ

"اُس کو وزیر ہند کے فیصلون کو قبول کرنے کا کوئی اختیار نہین ہے جو اُن اصول کے متضاد ہین جن کی بنیاد پر یونیورسٹی کے لیئے کانسٹیٹیوشن وضع کرنے کی خواہش کی گئی تھی"

اس کمیٹی نے الحاق کی نامنظوری پر سخت مایوسی کا اظہار کیا اور بہ حیثیت ایک قائم مقام جماعت کے وزیر ہند کے مراسلہ کو سخت مایوسی کا باعث بتایا اور نہایت عمیق و طویل غور کے بعد افسوس کے ساتھ بالاتفاق تجویز کیا کہ:۔

"وہ یہ ترمیم نہین کر سکتی کہ مسلم یونیورسٹی کا دائرۂ اثر اسی مقام تک محدود ہو جہان وہ قائم ہوتی ہے اور اس تعلیم گاہ سے باہر کے انسٹیٹیوشنون کے ملحق کرنے کا اُس کو اختیار نہ ہو"

اسی طرح چانسلرشپ کے مسئلے اور گورنر جنرل با جلاس کونسل کو اختیارات تفویض کرنے سے اختلاف کیا یونیورسٹی کے نام کے متعلق جو فیصلہ ہوا کانسٹی ٹیوشن کمیٹی نے اُس کو سخت صدمہ کا باعث اور عزیز ترین محسوسات کے بالکل خلاف بتایا۔

یہ خلاصہ اُس چھٹی کا ہے جو راجہ صاحب نے بہ حیثیت صدر نشین مسلم یونیورسٹی کانسٹیٹیوشن کمیٹی تیار کر کے بھیجی تھی لیکن اب اُس جلسہ کی روئداد بھی قابل غور ہے۔

راجہ صاحب محمود آباد کی تقریر

راجہ صاحب نے اپنی افتتاحی تقریر مین اُس تار کو جو گورنمنٹ

کے اعلان کے متعلق تھا پیش کرتے ہوئے کہا کہ :-

"الحاق کا حق ہماری یونیورسٹی کے لیئے نہایت لازمی و ضروری ہے۔ دوسری طرف گورنمنٹ اپنے فیصلہ کو قطعی قرار دیتی ہے۔ ضروری نہین کہ ہم گورنمنٹ کے فیصلہ سے اتفاق کرین۔ ہمارا نصب العین ہمیشہ الحاقی یونیورسٹی رہا ہے۔ ہم نے مقامی یونیورسٹی کا خیال بھی کبھی اپنے ذہن مین آنے نہین دیا۔ اب بھی ہم الحاقی یونیورسٹی کی تائید مین ہین اور رہین گے۔ ہم برابر کوشش کرتے رہین گے کہ ہمین الحاق کا حق ملے۔ اگر گورنمنٹ زیادہ اصرار کرے اور کالجون کے الحاق کو تسلیم نہ کرے تو ہمین کم سے کم اسکولون کے الحاق کے لئے درخواست کرنی چاہیئے اور اس غرض سے عرض معروض کرنے مین ہمین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کرنا چاہیئے مسلم یونیورسٹی کے موجودہ قانون اساسی کی رو سے ہم ملک مین جابجا پرائمری اور سکنڈری اسکول قائم کرنا چاہتے ہین ان تمام اسکولون کو مجوزہ مسلم یونیورسٹی سے ملحق کرانے کی کوشش ہونی چاہئیے۔ اگر ہماری اس التجا کی بھی شنوائی نہ ہو تو ہمین چاہیئے کہ فی الحال یونیورسٹی لینا ملتوی کر دین مگر کوشش ضرور جاری رکھین کیونکہ ہمین امید ہے کہ ہماری کوششین ایک دن ضرور بارآور ہون گی"

ہز ہائینس آغاخان کی رائے ہز ہائینس آغاخان کا بذریعہ تار کے یہ پیغام سنایا گیا کہ :-

"مین نے پریس کمونیک نہایت رنج سے پڑھا قوم کو چاہیئے کہ گورنمنٹ سے عرض معروض کرے اور اس بات کی درخواست کرے کہ وہ اپنے

فیصلہ پر نظرثانی کرے۔ اگر گورنمنٹ یہ بات نہ مانے تو قوم کو اپنے حقوق کا استقلال کے ساتھ مطالبہ کرنا چاہیئے"

عبدالقیوم صاحب (پشاور) کی رائے "اگر گورنمنٹ الحاقی یونیورسٹی نہ دے تو عرض معروض کرو ناکامیابی کی صورت مین مقامی یونیورسٹی ہرگز منظور نہ کرو بلکہ روپیہ واپس کر دو"

نواب سرفراز حسین صاحب (پٹنہ) کی رائے "ہماری مسلمان وزیر ہند کے فیصلہ سے اختلاف کرتے ہین۔ اگر الحاق نہ ملے تو یونیورسٹی فضول ہے"

مسٹر وزیر حسن سکرٹیری آل انڈیا مسلم لیگ کی رائے مین الحاق کو مسلم یونیورسٹی کے لئے نہایت ضروری چیز جانتا ہون الحاق ملنا چاہیئے اور ملے گا مگر اُس کے لئے کوشش درکار ہے ابھی روپیہ کو ہاتھ مت لگاؤ۔ گورنمنٹ سے اپنے مطالبات کرو۔ اس کے لئے جدوجہد کرو۔ جب تم کامیاب ہوگئے تو روپیہ تمھین تیار ملے گا"

خان بہادر سید جعفر حسین کی رائے "ہمین چاہیئے کہ ہم اپنے کام کی رفتار مین فرق نہ آنے دین۔ ہماری کوشش بجائے دہیمی پڑہنے کے اور تیز ہونی چاہیئے استقلال سے کام کئے جاؤ یونیورسٹی خود تمھارے گھر آئیگی۔ چارٹر کی پروا نہ کرو۔ تمھین چاہیئے کہ تم اس موقع پر چارٹر کے لفظ کو بھلا دو۔ اس لفظ کو اُسی وقت زبان پر لانا چاہیئے جب کہ یونیورسٹی تمھارے مطالبات کے مطابق ملے"

دیگر مقتدر و معزز اصحاب کی رائین نواب وقار الملک، آنریبل جسٹس کرامت حسین، آنریبل جسٹس شاہ دین اور علامہ شبلی (مرحوم) کی رائین بھی الحاق کے موافق پڑھی گئین۔ ہز ہائینس نواب صاحب رامپور کی نسبت ظاہر کیا گیا کہ وہ کثرت رائے سے متفق ہین اور جو ڈپوٹیشن حضور وائسرائے کی خدمت مین جائے وہ اُس کے ہمراہ جانے کو تیار ہین۔

عدم الحاق کی منظوری والپسی چندہ کا مطالبہ

بعض ممبروں نے علی الاعلان کہا کہ:-

"مقامی یونیورسٹی لی جائے گی تو چندہ دینے والے مسلمانوں کی طرف سے ممبران کانسٹیٹیوشن کمیٹی کے برخلاف قانونی چارہ جوئی کی جائے گی اور اُن سے چندہ کی والپسی کا مطالبہ کیا جائے گا۔"

آنریبل میاں محمد شفیع کا پیغام آنریبل میاں محمد شفیع صاحب نے بھی نہایت دلیری سے یہی پیغام مسلمانان پنجاب کی طرف سے سنایا۔

آنریبل فخر الدین (بانکی پور) کی رائے "پنجاب کے مسلمانوں کے جو خیالات آنریبل میاں محمد شفیع نے ظاہر کئے ہیں وہی خیالات بہار کے مسلمانوں کے ہیں۔ اُن کا پیغام بھی یہ ہے کہ اگر تم نے قوم کی آواز کی پروا نہ کی اور مقامی یونیورسٹی لے لی تو وہ تمہارے برخلاف عدالتی کارروائی کرینگے۔ میں خوش ہوں کہ پنجاب اور بہار اس معاملہ میں متفق الرائے ہیں۔ آپ سے عرض ہے کہ اگر مقامی یونیورسٹی لینا پسند کریں تو بہار کا روپیہ مجھے واپس کر دیں۔"

کمیٹی سے منظور شدہ رزولیوشن

اِن تقریروں کے بعد مقامی یونیورسٹی کے خلاف گورنمنٹ سے مزید عرض معروض کرنے کا رزولیوشن بہ تحریک آنریبل میاں محمد شفیع اور بتائید آنریبل مسٹر مظہر الحق، مسٹر ظہور احمد (لکھنؤ) شیخ عبداللہ صاحب وکیل (علی گڈھ) گورنر جنرل باجلاس کونسل کو اختیارات منتقل کرنے اور وائسرائے کے چانسلر نہ ہونے کے فیصلہ پر بہ تحریک مسٹر نبی اللہ بیرسٹر لکھنؤ اور بتائید آنریبل

ملک مبارز خان شاہ پور (پنجاب) مسٹر عبدالعزیز بیرسٹر (پشاور) مسٹر شاہد حسین بیرسٹر لکھنؤ۔ مسٹر محمد سلیمان بیرسٹر جونپور پاس کیا گیا۔ تیسرا رزولیوشن تبدیل نام کے فیصلے کے خلاف بتحریک مسٹر محمد علی اڈیٹر کامریڈ و بتائید مولوی بشیر الدین اڈیٹر البشیر و نواب نصیر حسین خیال۔ ڈاکٹر ناظر الدین حسن بیرسٹر، پاس ہوا، اسی طرح اور رزولیوشن اُن امور کی بابت پاس ہوئے جو آنریبل ممبر تعلیم کے تار اور چٹھی مین درج تھے۔

یہ ایک ایسی مستقل جماعت نائبین کی رائین تھین جو ہر طریقہ سے قوم مین واجب الاحترام سمجھے جاتے ہین اور درحقیقت اُس وقت یہ قوم کی قایممقامی کا پورا پورا فرض اور حق ادا کر رہے تھے۔ اِس کے بعد جو جلسہ ۲۷ و ۲۹ دسمبر ۱۹۱۲ء کو بمقام لکھنؤ زیر صدارت نوابصاحب رامپور و راجہ صاحب محمود آباد منعقد ہوا اُس مین بھی وزیر ہند کے مجوزہ نام اور گورنر جنرل باجلاس کونسل کو اختیارات کی تجویز کے خلاف رزولیوشن پاس ہوے اور صاف طور پر ایک رزولیوشن مین طے کر دیا گیا کہ چانسلر کو وہی اختیارات دیئے جائین جو کہ کالج کے پیٹرن کو حسب دفعہ (۱۴) قواعد ٹرسٹیان حاصل ہین۔

الحاق کے اختیار کے متعلق بھی وزیر ہند کی تجویز کے تسلیم کرنے سے انکار کیا گیا کورٹ، کونسل وغیرہ کے متعلق کسی قسم کی ترمیم کو منظور نہین کیا اور بالآخر ایک وفد مرتب ہوا جو حضور والسرائے کے سامنے جا کر معروضات کو پیش کرے۔

دیگر معززین اور اسلامی پریس کے نمائندون کی رائین

اسی سلسلہ مین چند دیگر ممتاز اصحاب کی اور اسلامی پریس کے نمائندون کی رائون کا اقتباس بھی درج کرتے ہین لیکن ان کے اندراج کے قبل ان رائون اور مباحث پر غور کرنے کے لئے

ضروری ہے کہ ہندو یونیورسٹی اسکیم اور اُس کے متعلق آنریبل ممبر تعلیم کی وہ چٹھی جو ۱۔ جولائی ۱۹۱۴ء کو مہاراجہ صاحب دربھنگہ کے نام موصول ہوئی ہے ذہن مین رکھی جائے کیونکہ زیادہ رائین ایسی ملین گی جن مین کہ ہندو اور مسلم یونیورسٹی کے مسائل کو مشترک کر کے بحث کی گئی ہے۔

صاحبزادہ آفتاب احمد خان کی رائے

صاحبزادہ آفتاب احمد خان[۵] الحاق کے التوا مین کوئی حرج نہین دیکھتے۔ وہ چاہتے ہین کہ ایک طرف تو پروگرام کی تکمیل جاری رہے اور دوسری طرف گورنمنٹ سے استدعا ہوتی رہے گویا وہ سردست الحاق نہ ملنے مین کوئی حرج نہین دیکھتے مگر اس سے ہمیشہ کے لیئے دست بردار ہونا بھی نہین چاہتے تبدیل نام کی تجویز کو چندان اہمیت نہین دیتے اور اُن کی رائے یہ ہوتی ہے کہ اگر انجام کار اسی پر فیصلہ کا انحصار ہو تو ہماری قوم بھی ایسی ناسمجھ نہین ہے کہ حقیقی مقاصد کو محض نام کے لیئے فوت ہو جانے دے تاہم وہ کہتے ہین کہ:۔

"گورنمنٹ سے اصرار کے ساتھ عرض کرنا چاہیئے اور یقین ہے کہ وہ توجہ کرے گی لیکن اگر انجام کار اسی پر ہو تو مسلمانون کو انکار کا موقع نہین دینا چاہیئے"

گورنمنٹ ہند کے اختیارات کے بارے مین وہ صاف یہ کہتے ہین کہ:۔

"اگر اس کی اصلی باگ مسلمانون کے ہاتھ مین نہ رہی تو ایسے چارٹر سے کچھ فائدہ نہین جو ہم کو ہمارے اصلی اختیار سے محروم کر دے کیونکہ مین خوب جانتا ہون کہ وہ گاڑی ہرگز نہین چلے گی جس مین دوعملی ہوگی اور ہمارا اصلی مقصد حاصل نہ ہوگا تاوقتیکہ ہم کو ہماری قومی ضرورتون کے مواقف انتظام کرنے کا موقع نہ ملے گا"

پھر وہ کہتے ہین کہ:۔

[۵] علی گڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ ۹ ستمبر ۱۹۱۴ء

"ہم کو گورنمنٹ کی مشکلات بھی معلوم ہین اور غیر ملک کی گورنمنٹ کو جس قسم کی احتیاطون کی ضرورت ہے اس کو بھی ہم سمجھتے ہین غرضکہ ہر ایک پہلو کو مدنظر رکھکر کانسٹیٹیوشن بنایا گیا ہے اور جس قدر اصولی امور تھے اُن کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے"

اس کے بعد از سر نو وزیر ہند کے فیصلون کے لحاظ سے مسودہ مرتب کرنے کے متعلق کہتے ہین کہ :-

"میری راے صاف ہے کہ مسودہ پُرانا ہو یا نیا لیکن مجوزہ یونیورسٹی کی اصلی باگ مسلمانون کے قایمقامون کے ہاتھ مین رہے گی۔ اگر اس مین دقت ہوا اور چارٹر کے شرائط اس کے منافی ہون تو ہم کو قطعاً چارٹر اس وقت نہین لینا چاہیئے"

پھر وہ کالج کو ترقی دینے کی سفارش کرتے ہوے اپنا یقین ظاہر کرتے ہین کہ :-

"ہماری جائز اور مبنی برحق معروضات ضرور بالضرور منظور ہون گی۔ زندہ قومون کا شعار وقت کے وقت رونا نہین ہے بلکہ صبر و استقلال کے ساتھ مشکلات کا مقابلہ کرنا ہے"[1]

شیخ عبداللہ صاحب کی راے "ہم کو گورنمنٹ یونیورسٹی تو دینا چاہتی ہے مگر ایسی یونیورسٹی دینے کو اس وقت تیار نہین ہے جس کی ہمین خواہش ہے۔ اب اس پر مسلمانون کا پورا اتفاق ہو چکا ہے کہ ہم کو اس وقت اس قسم کی یونیورسٹی لینا منظور نہین ہے جس کا عطا کرنا گورنمنٹ منظور کرتی ہے"

اس کے بعد وہ قوم کی متفقہ راے کی اہمیت جتاتے ہین اور افراد قوم مین ادنیٰ، اعلیٰ، تعلیم یافتہ، غیر تعلیم یافتہ، جاہل اور عقلمند، یونیورسٹی کے قیام کے حامی اور مخالف سب کو

[1] علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ ۱۱ ستمبر ۱۹۱۲ء۔

شامل کر کے کچھ اخباروں پر ریمارک کرتے ہوے کہتے ہین کہ:۔

"بہ شرط استقلال و عزم یونیورسٹی ضرور ملے گی مگر مین یہان تک قوم کو راے دون گا کہ خواہ انجام کچھ بھی ہو مگر اخیر وقت تک ہم کو ثابت قدم رہنا چاہیے اور اپنے استقلال مین ذرہ برابر بھی فرق نہ آنے دینا چاہیے"

اس کے بعد پھر ۲۵ ستمبر ۱۹۱۵ء کے مضمون مین کہتے ہین کہ :۔

"یونیورسٹی کے متعلق اس وقت سب سے اہم ضرورت یہ ہے کہ جس نقطۂ خیال پر مسلمان متفق ہو چکے ہین اُسی پر قائم رہین۔ اُن دشواریون سے جو گورنمنٹ کے جواب سے پیدا ہوئی ہین قومی استقلال مین ہرگز تذبذب نہ آنا چاہیے"

نواب وقار الملک کی راے | جس نے اس اعلان کے مضمون کو دیکھا اور سنا ہے وہ سخت مایوس ہوا ہے سوآدمیون مین ۹۹ کے قریب اسی امید مین تھے اور اُن کی دلی خواہش بھی تھی کہ گو مسلم یونیورسٹی کا مرکز علی گڈھ ہو لیکن دیگر مقامات کے کالج اور اسکول بھی اس سے ملحق ہو سکین گے تمام ہندوستان کے مسلمانون نے اسی امید پر چندہ دیا ہے کہ یونیورسٹی کے فیض سے ہر حصہ کے مسلمان مستفید ہونگے اس حق سے اُن کا حرمان نہایت قابل افسوس ہے لیکن میری راے تو یہ ہے کہ باوجود گورنمنٹ کے اُس اعلان کے مسلمانون کو بدستور اپنی خواہش پر قائم رہنا چاہیے اور اپنی طرف سے اس اعلان پر رضامند نہ ہونا چاہیے ہماری آیندہ نسلین جو عدم الحاق کے نقصانات سے متاثر ہون گی وہ ہمارے اوپر لعنت بھیجین گی گورنمنٹ مالک ہے۔ مختار ہے۔ وہ کوئی حق ہم کو دے یا نہ دے لیکن

ؔ علی گڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ ۲۴۔ جولائی ۱۹۱۲ء

کسی ایسی تجویز پر جیسی کہ یہ حال کی تجویز گورنمنٹ کی طرف سے شائع ہوتی ہے ہمارا رضامند ہونا ہرگز مناسب نہین ہے ہم کو جائز حق تک اپنی معروضات گورنمنٹ مین ہمیشہ بھیجتے رہنا چاہئیے۔ ہماری گورنمنٹ ایک منصف گورنمنٹ ہے اور جب کبھی وہ ہمارے دلائل پر مطمئن ہو جائیگی تو اُس کو ہمارے مفید حکم دینے مین ذرا سا بھی تامل نہوگا۔"

آنریبل غلام الثقلین کی راے[۵۱] "روپیہ جمع کرکے آخر وقت تک انگلستان مین کوشش ہونی چاہئیے کہ الحاق مدارس کی اجازت ملے۔"

مولوی عبدالباری صاحب فرنگی محلی کی راے[۵۲] "ہم کسی یونیورسٹی سے خوش نہین ہو سکتے جب تک اُس مین تربیت و تعلیم مذہبی علماے دین کو کامل اختیار مین نہ ہو اور اُس مین ہر گوشہ ملک کا فقیر و امیر اہل اسلام فائدہ نہ اُٹھا سکے۔ ہم کو گورنمنٹ کی مدد کرنی چاہئیے۔ ہمین ملک گیری کی ضرورت نہین ہے ہم صرف اپنی تعلیم اپنے ہاتھ مین لینی چاہتے ہین۔"

میجر سید حسن بلگرامی (مرحوم) کی راے[۵۳] وزیر ہند کے فیصلون کے بعد جس قدر تقریرین ہوئین اور مضامین لکھے گئے اُن مین میجر سید حسن (مرحوم) کی وہ راے جو اُنھون نے اپنی تقریر صدارت مین بمقام لکھنؤ ظاہر کی تھی نہایت معرکۃ الآرا ہے۔ یہ تقریر غالباً تمام صاحبون کے ذہن مین ہوگی اس مختصر پمفلٹ مین اتنی گنجایش نہین ہے کہ تمام و کمال اس تقریر کو درج کیا جاے تاہم جستہ جستہ فقرے اس موقع پر ضرور لینے کے قابل ہین۔

---

[۵۱] پیسہ اخبار ۱۵۔ جولائی ۱۹۱۲ء۔

[۵۲] پیسہ اخبار ۱۸۔ ستمبر ۱۹۱۲ء۔

[۵۳] رپورٹ لکھنؤ کانفرنس ۱۹۱۲ء۔

اس تقریر کے متعلق رپورٹ مین جس کو حسب ہدایت نواب حاجی محمد اسحاق خان صاحب آنریری سکریٹری صاحبزادہ آفتاب احمد خان صاحب نے مرتب کیا ہے حسب ذیل ریمارک ہے:-

"یہ ایڈریس ایسا عالمانہ اور پرُاز معلومات تھا اور مسلمانون کی موجودہ حالت پر اس مین ایسی قابلیت اور جامعیت سے بحث کی گئی تھی اور آیندہ کے متعلق ایسی دوربینی اور مآل اندیشی کے ساتھ قیمتی مشورے دئے گئے تھے کہ اس ایڈریس کو کانفرنس اور مسلمانون کی موجودہ تعلیمی تاریخ مین بالاتفاق بے نظیر تسلیم کیا گیا ہے"

میجر صاحب (مرحوم) قانون اساسی کو جلد بازی کا نتیجہ بتاتے ہین اور کہتے ہین کہ:-

"اساس راتون رات پریون کے محلون کی طرح نہین تیار ہوا کرتے ہین اب تو سب پر ظاہر ہے کہ ایسا ارادہ بھی لاسُود تھا لیکن واقعہ کے حدوث کے بعد دانشمند بننا آسان ہے"

چانسلر کے اختیارات کی بابت وہ کہتے ہین کہ:-

"اس حالت مین بھی اس کے اختیارات شاید حد سے زیادہ وسیع تھے جن کی وجہ سے یونیورسٹی ایک شخص واحد کی حلقہ بگوش ہوئی جاتی تھی مگر سکریٹری آف اسٹیٹ کے آخری فیصلہ کی روسے جس سے چانسلر کے اختیارات گورنمنٹ ہند کو منتقل کر دئے گئے ہین حالت بالکل بدتر ہوگئی ہے اور یونیورسٹی بعوض ایک قومی تاسیس ہونے کے ایک سرکاری تاسیس بن گئی ہے"

اس کے بعد وہ گورنمنٹ آف انڈیا کا معاملات یونیورسٹی مین تحقیقات کرنے کا مجاز ہونے، کورٹ کے مشورہ دینے اور چانسلر کے مشورہ پر لازماً عمل کرنے کا تذکرہ کر کے کہتے ہین کہ:-

"یہ قاعدہ کالج کے ایک موجودہ قاعدہ کی خفیف ترمیم کرنے سے بنا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارے کانسٹیٹیوشن کے اعلیٰ درجہ کی جماعت اعلیٰ درجہ کی خفت مین پڑ گئی

اور محض بے مصرف ہو گئی ہے"

اس کے بعد وہ یونیورسٹی کو عملی طور پر ایک سرکاری چیز قرار دیتے ہین اور تعلیمی میدان مین گورنمنٹ کی کوششون کو ناکامیاب لکھکر کہتے ہین کہ :-

بالفرض ہم یہ مان لین کہ گورنمنٹ پُرانی لکیر کو چھوڑکر نئی لکیر پر چلنا شروع کرے اور آیندہ اُس کو زیادہ کامیابی ہو تو سوال یہ ہے کہ اس قسم کی درس گاہ مین خواہ وہ کیسی ہی عمدہ کیون نہ ہو مسلمانون سے کیون یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ اس مین خاص طور سے دلچسپی لین اور پھر ایسی گہری دلچسپی کہ جو کچھ تعلیمی سرمایہ اُن کو اس وقت حاصل ہے اُس پر قربان کرنے کو آمادہ ہو جائین اور تعلیمی حیثیت سے ہمیشہ کے لئے اپنے آپ کو دیوالیہ بنا لین - کیا ہم اُس کے اصلی معنی کو بھی سمجھتے ہین - دیکھئے تو سہی سب سے اول تو اس کے یہ معنی ہین کہ چند لاکھ روپیے جو ہم نے حال مین اپنی افلاس زدہ قوم سے حاصل کئے ہین گورنمنٹ کے ایک سر رشتہ کے حوالے کرین تاکہ وہ اپنے حسب خواہ اُس کا دائرہ تیار کرے مگر یہ نذر بھی بالکل حقیر اور بے قدر معلوم ہوتی ہے جب ہم اُس کا مقابلہ خود علی گڈھ کالج کی قربانی سے کرتے ہین جو ہم کو فقط ایک نام پر شیفتہ ہو کر دینا لازم آتا ہے یعنی یونیورسٹی کے نام پر ذرا قانون کی اس عبارت کو ملاحظہ فرمایئے -

"یونیورسٹی قائم ہونے کی تاریخ سے مدرسۃ العلوم مسلمانان بحیثیت ایک جداگانہ مجسّم (کارپوریشن) کے مفقود ہو جائے گا اور وہ یونیورسٹی مین مدغم ہو جائے گا"

جی ہان! حضرات! اس کے وجود کا خاتمہ کر دیا جائے گا اور ایسی یونیورسٹی کی عوض جس کا نقشہ مین نے اوپر آپ کی اطلاع کے لئے کھینچا ہے ایک ایسی یونیورسٹی کو کالج کی

ہر ایک قسم کی جائداد منقولہ و غیر منقولہ اور اُس کے تمام حقوق منتقل کر دئے جائینگے ہم سے کہا جاتا ہے کہ یہ تمام ورثہ جو ہمارے ہاتھون مین اس وقت بطور ایک مقدس امانت کے ہے اُس کو ہم فروخت کر دین - اور اس کے معاوضہ مین ہم کو کیا ملیگا ایک ملغوبہ - ایک ایسی یونیورسٹی جو آدھی مرغی اور آدھی بٹیر اور جس کو ہم کسی معنی مین اپنا نہین کہہ سکتے - کیا یہ ہو سکتا ہے کہ مسلمان ایسی تاسیس (انسٹیٹیوشن) قائم کرین جس مین کہ وہ اُس کام کو جو اُنھون نے علی گڈھ مین شروع کیا ہی زیادہ قابلیت و مستعدی کے ساتھ اور زیادہ استوار بنیاد اور اعلیٰ پیمانہ پر بناتے رہین ؟ اور اس تاسیس کو اقلاً اس قدر خود مختاری حاصل ہو جس قدر علی گڈھ کالج کو حاصل رہی ہے اور اس کے انتظام مین سرکاری عہدہ دار دخل دینے کے مجاز نہ ہون سر سید یا سید محمود اور قوم کی رہنمائی مین آپ کے تمام جانشینون کے حوصلون کا تخیل بھی تھا اور آج تک تمام مسلمانون کے حوصلون کا تخیل بھی ہے جس گورنمنٹ کو تمام ہندوستان پر اعلیٰ انتظامی اختیار حاصل ہے اور وہ جب چاہتی ہے اور جہان چاہتی ہے اس اختیار کو برتتی ہے ایسی صورت مین خواہ کوئی اساسی قانون ہو یا نہو اگر کسی یونیورسٹی کو گورنمنٹ اپنے اندرونی انتظام مین اس شرط پر خود مختاری عطا کرے تو اُس کو ہر حالت مین ضرورت کے وقت اور اُسی حالت مین کہ جب واقعی ضرورت ہو اُس کو تسلط کا پورا اختیار حاصل ہوگا اور اُس یونیورسٹی مین کوئی مذموم یا مضر رجحان پیدا ہو جائے تو کیا ایک لمحہ کے لئے بھی یہ دعوے کیا جا سکتا ہے کہ گورنمنٹ اس کو فوراً روک نہین سکتی ؟"

اس کے بعد وہ کالج کے کیرکٹر کے سرکاری روایات کا اقتباس کرتے ہوئے کہتے ہین کہ :-

"پس آپ ملاحظہ فرمائینگے کہ علی گڈھ کالج کے ٹرسٹیون کا کارنامہ ایسا نہین ہے کہ وہ اس بدظنی کے سزاوار ہون جس کی روح اُس تجویز مین سرایت کرگئی ہے جو اس وقت ہمارے سامنے اُس ترمیم کے بعد پیش ہے جو سکریٹری آف اسٹیٹ کے آخر فیصلہ سے لازم آئی ہے خود اپنے منھ سے گورنمنٹ ہند نے اقرار کیا ہے کہ جس امر مین کالج کو نمایان کامیابی حاصل ہوئی ہے اُس مین وہ ناکامیاب ہے۔ اس پر بھی اب وہ یہ چاہتی ہے کہ مجوزہ یونیورسٹی کا انتظام اپنے ہاتھ مین لے اور ٹرسٹیون کی وہ حالت بنادے جس مین ذمہ داری تو ہوتی ہے مگر اختیار کچھ نہین علاوہ برین اگر آپ اس تجویز کو منظور کرلین تو یہ ممکن ہے کہ آپ ہی کے اسٹاف کا کوئی فرد تمام حقوق تردید کو خود برتے اور کالج کی پالیسی کو بالکل اپنے قبضہ مین کرلے بشرطیکہ حکومت کے اعلیٰ طبقون مین اس کو رسوخ ہو یا اُس کا کوئی دوست سررشتہ تعلیم کے کسی بڑے عہدہ پر متعین ہو"

اس کے بعد علی گڈھ کے اصول کامیابی۔ اپنی ضروریات کی واقفیت کے ساتھ عمل دوام کا تسلسل اور خودمختاری کے ساتھ دوام کا تسلسل اور خودمختاری، سرکاری عہدہ دارون کی برابر کی مداخلت سے محفوظی، مشفقانہ نظم ونسق، طلبا کے ساتھ سلوک کا تذکرہ کرکے کہتے ہین کہ:۔

"جو ہم چاہتے تھے وہ یہ تھا کہ اسی قسم کا نظم ونسق ہم ایک ایسی یونیورسٹی مین جاری کرسکین جس کو ہم اپنا کھہ سکتے ہون سکریٹری آف اسٹیٹ کے فیصلہ نے اس کو ایک امر محال کردیا ہے"

پھر وہ وفد کی مخالفت اور یونیورسٹی کے لینے سے انکار کی ہدایت کرکے سرسید کے

اُس سبق کو یاد دلاتے ہین جو اپنی مدد آپ کرنے کا ہے۔ وہ اس بنا پر کالجون کے الحاق کو بھی نامنظور کرتے ہین جس حالت ہین کہ اپنے نظم و نسق، اپنے اسٹاف، اپنے نصاب تعلیم اور سب معاملات پر اختیار نہ رہا ہو۔ اُس کے بعد مرحوم محترم ہندؤن کی منظور کردہ تجاویز پر اس طرح بحث کرتے ہین :۔

"ہم سے کہا جاتا ہے کہ ہندؤن نے گورنمنٹ کی تجویز کو تو اُصولاً مان لیا ہے۔ ہم جانتے ہین کہ اُن کی قوم مین نہایت ذکی اور معاملہ فہم لوگ موجود ہین اور ہم کو اس کا اقرار ضرور ہے کہ وہ خود ہی اپنی ضروریات کو خوب سمجھتے ہین۔ اس لئے ہم کو سر دست صبر کرنا چاہیئے اور یہ دیکھنا چاہیئے کہ اُن کو کیا ملتا ہے اور وہ کیا قبول کرتے ہین کسی بات کو اصولاً تسلیم کر لینا اور چیز ہے اور ایک قطع بُرید کئے ہوئے دستور العمل کو قبول کر لینا اور بات ہے۔ علاوہ برین سب سے بڑی بات تو ہم کو یہ یاد رکھنی چاہیئے کہ ہندؤن کے پاس کوئی علی گڈھ کالج نہین ہے جو اُن کو گنوانا پڑتا ہے اس سوال کا جواب کہ آیا یونیورسٹی کی اصلی تحریک بارآور ہو گی اور وہ سچ مچ کی یونیورسٹی جو ہم چاہتے ہین ہم کو ملے گی یا نہین ؟ زمانۂ مستقبل ہی دے سکتا ہے۔ خود مجھکو تو اس سے نا امیدی نہین ہے"

مسٹر جسٹس عبد الرحیم جج ہائیکورٹ مدراس کی رائے

مسٹر جسٹس عبد الرحیم اپنے صدارتی ایڈریس مین جو ۲۸۔ دسمبر ۱۹۱۵ء کو پونہ مین دیا تھا جبکہ ہندو یونیورسٹی کی تاسیس کے تمام مرحلے طے ہو چکے تھے اختیارات کے متعلق اس طرح اپنی رائے ظاہر کرتے ہین کہ :۔

"میرے نزدیک اس امر کو تسلیم کرنا تو کچھ مشکل نہین ہو گا کہ شاید لفٹنٹ گورنر یا حکومت ہند کو ان اختیارات کے عملی استعمال کا زیادہ موقع نہین ملے گا جو بروے قواعد

انھین دے گئے ہین حقیقت مین یہ خیال کرنا غیر ممکن ہے کہ انھین یونیورسٹی کی کارروائیون مین مداخلت کی ضرورت محسوس ہو گی لیکن ایک خطرہ ہمارے پیش نظر ہے جو علی گڈہ کالج کی گذشتہ تاریخ سے پیدا ہوا ہے۔ بعض اشخاص ایسے ہین اور انھین یونیورسٹی مین بھی نمایندگی حاصل ہو گی جو معمولی اختلاف راے کو ذاتی شکایات پر محمول کرین گے اور وہ جماعت منتظمہ کی کارروائیون کو دفا شعاری سے تسلیم نہ کرین گے خصوصاً انھین اس بات کا علم ہوگا کہ ایک طاقت بالا دست کارروائیون کو منسوخ کر سکتی ہے۔ غیر گورنمنٹ کو خواہ کسی قسم کا اختیار حاصل ہو لیکن کم از کم اس کی صورت ایسی ہونی چاہیئے کہ گورنمنٹ مذکورہ بالا فہمایش کے لوگون کے ایما پر وہ طرز عمل اختیار نہ کر سکے جس کا اوپر ذکر ہوا ہے۔

صوبۂ متحدہ کا لفٹنٹ گورنر نہایت کثیر المشاغل عہدہ دار ہے اُسے ایسے وسیع اختیارات سونپ دینے جو بنارس یونیورسٹی کے مسودہ قانون کی رو سے عمل مین آے ہین یا تو محض بے سود ہون گے یا حسب معمول مقامی گورنمنٹ کے تحکمانہ اعضا مثلاً کلکٹر، کمشنر یا سکریٹریٹ کی معرفت انجام پائین گے۔ اُن کا فعل یا تو ماتحت افسرون یا یونیورسٹی کے سینٹ کونسل اور کورٹ کے ناخوش ممبرون کی رپورٹون پر مبنی ہوگا۔ وزیٹرون یا گورنمنٹ ہند کے اختیارات کے ناجائز استعمال سے قطع نظر کر کے دیکھا جاے تو کیا یونیورسٹی کی کارروائیون کو خارجی قوت تمیزی سے مسترد کر دینا یونیورسٹی کے وقار کے مطابق ہو سکتا ہے۔

علاوہ برین یہ آل انڈیا یونیورسٹی ہو گی اس لحاظ سے کیا زیادہ مناسب نہین ہے کہ اختیار مداخلت سرچشمۂ حکومت ہند کو دیا جائے۔

یونیورسٹی کے کورٹ کونسل اور سینٹ کی کانسٹی ٹیوشن کے متعلق بھی بعض امور غور طلب ہین - مین نے صرف عمومی اصول بتا دئے ہین اور ان ہی کی بنا پر گورنمنٹ ہند کی خدمت مین عرضداشت بھیجی جا سکتی ہے"

مولوی[51] محمد یعقوب وکیل مرادآباد کی رائے | تنقیح طلب صرف یہ امر ہے کہ ہم کو اپنی قومی یونیورسٹی کی ضرورت کس لئے محسوس ہوئی اور اپنے قوم سے کیا کیا وعدے کرکے روپیہ وصول کیا اور اب جس شکل کی یونیورسٹی دینے کا ہم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ ان ضروریات کو پورا کر سکتی ہے یا نہین؟ میرے خیال مین ہندو یونیورسٹی کے اصول پر مسلمانون کو یونیورسٹی قبول کرلینے کے لئے یہ دلیل کسی طرح کافی نہین ہے کہ چونکہ اہل ہنود نے جو ہم سے تعلیم اور تمول مین بہت آگے ہین خاص شرائط کے ساتھ یونیورسٹی کو قبول کرلیا ہے لہذا اب ہم کو بھی ان ہی اصول کے ساتھ سر تسلیم خم کر دینا چاہئے ہماری اور اہل ہنود کی حالت اور ضروریات مین زمین و آسمان کا فرق ہے جو چیز اُن کی ضروریات کے واسطے کافی ہو یہ لازم نہین ہے کہ وہ ہمارے درد کی بھی درمان ہو سکے"

اب ہم مسلم پریس کے دو نہایت مشہور اخبار البشیر اور پیسہ اخبار کے خیالات کا جو وقتاً فوقتاً اڈیٹوریل کالمون مین ظاہر کئے گئے ہین اور جو اعتدال پسندی و دور بینی اور قومی ہمدردی کے مدعیان اعظم ہین کچھ اقتباس درج کرتے ہین :-

پیسہ اخبار جولائی سنہ ۱۹۱۲ء | پریس کمونیک کا ذکر کرکے لکھتا ہے کہ :-

---

۵۱ البشیر ۲ - دسمبر سنہ ۱۹۱۵ء -

"اس تازہ سرکاری پریس کمونیک کی عبارت دو تین سطرون سے زیادہ نہین مگر اندلیشہ ہے کہ ہندوستان کی آبادی کے دونون فرقہ ہاے اعظم ہندو مسلمانون پر اس کا بہت زبردست اثر پڑیگا"

پھر وہ عوام کی فیلنگ اور چندہ پر ناگوار اثر پڑنے اور اُن امیدون کا جو الحاق سے تھین بیان کرکے لکھتا ہے کہ:-

"یہ آیڈیل لوگون نے خود بخود اپنے ذہن مین قائم نہین کیا بلکہ ہمین اُس کا اقرار کرنا پڑتا ہے کہ مجوزہ مسلم یونیورسٹی کے سرآوردہ کارکنون نے اپنی تحریرون اور تقریرون سے ایسا متاثر اُن کے دلون پر ڈالا تھا اور یونیورسٹی کے ڈپوٹیشنون اور لکچرارون نے ہر طرح اُنھین یہ باور کرنے کا موقع بہم پہنچایا تھا کہ بالفاظ مولانا شبلی مدظلہم

ہمین یک حرف از یونیورسٹی مدعا باشد

کہ این سررشتۂ تعلیم ما در دستِ ما باشد

پھر وہ ابتدائی آئیڈیل مین مسلمانون کے صدمات وغیرہ کا تذکرہ کرکے تسلی دیتا ہے اور راے دیتا ہے کہ تجربہ کے بعد اسی طے شدہ امور کو تبدیل کرانے کی کوشش کی جاے اور اُس کی مثال مین وہ تقسیم بنگال کی تنسیخ کو بتاتا ہے۔ لیکن الحاق کے متعلق مخالف یا موافق اپنی ذاتی راے ظاہر نہین کرتا۔

پھر وہ اس بات کو موجبِ مسرت وطمانیت بتاتا ہے کہ اجلاس لکھنؤ مین کمیٹی نے مسلمانانِ ہند کی تعلیمی ضروریات اور اسلامی پبلک کے جذبات کو مدنظر رکھکر قریب قریب گورنمنٹ کی جملہ تجاویز سے اختلاف کیا اور پورے زور کے ساتھ خیالات کو ظاہر کر دیا جو گورنمنٹ آف انڈیا کے پریس کمونیک سے عام مسلمانون مین پیدا ہوے ہین یہ روش کانسٹیٹیوشن کمیٹی

کی بالکل دانشمندی و مصلحت پر مبنی ہے۔

اُس کے بعد اُسی اشاعت مین وائسراے کے چانسلر نہ ہونے اور گورنمنٹ آف انڈیا کو اختیارات دینے کے متعلق لکھتا ہے کہ:۔

"یہ یونیورسٹی کے انتظام مین سخت اُلجھنین پیدا کرنے والے ہین کیونکہ بہ الفاظ دیگر اس کے معنی یہ ہین کہ ہز اکسلنسی وائسرا ے کو معاملات یونیورسٹی سے برائے نام سروکار رہے گا اور صاحب گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل کے جملہ اختیارات دراصل محکمۂ تعلیم استعمال کرے گا جو اُن کو اپنے ماتحت افسرون پر تقسیم کردے گا اور اس طرح مجوزہ یونیورسٹی کی کارروائیون مین تعلیمی افسرون کی مداخلت قائم رہے گی جس سے طرح طرح کی پیچیدگیان لاحق ہونے کا احتمال ہے"

اُس کے بعد پھر ۱۹۔ اگست کی اشاعت مین وہ کہتا ہے کہ:۔

"مختصر طور پر ہم معاصر بنگالی کے الفاظ مین صرف یہ کہدینا کافی ہوگا کہ یہ (فیصلہ صاحب وزیر ہند) یونیورسٹی پر اس حد تک کاری رنگ چڑھائیگا کہ بہت سے لوگ اُس کو نہایت غیر مستحسن سمجھینگے اور اُس کے ارادے کو خاک مین ملا دے گا"

پھر وہ مختلف جماعتون کے تقسیم اختیارات اور خاص ماہرین تعلیم کے اختیارات پر لکھتا ہے کہ:۔

"ظاہر ہے کہ یہ ماہرین تعلیم پروفیسران وغیرہ ہی ہوسکتے ہین تو گویا وزیر ہند بہادر مجوزہ مسلم یونیورسٹی مین وہ اختیارات بھی اسٹاف کو دلانا چاہتے ہین جو اُس وقت علیگڈھ کالج مین سرکاری یونیورسٹی کی ماتحتی کے باوجود ٹرسٹیان کو حاصل ہین"

پھر وہ غریب طلبا کے وظائف کے معاملات، ولایت کی یونیورسٹیون کی مثال کی عدم مطابقت اور تعلیمی ایکسپرٹون پر عدم اعتماد بوجہ اختلاف قومی پر بحث کرتا ہے۔ پھر ۳۔ اکتوبر کی اشاعت مین مسئلہ یونیورسٹی پر بحث کی ہے مگر یہ سارا مضمون ایک ایسے طنزیہ لہجہ مین ہے جو معلوم ہوتا ہے کہ مایوسی کے سخت ہیجان مین لکھا ہے اس لئے ہم اُس کا اقتباس دینا نہین چاہتے اُس مضمون مین سارا الزام مسز اینی بسنٹ پر قائم کیا ہے کہ انھون نے ہی وزیر ہند کی راے مین اس طرح تبدیلی پیدا کردی ہے کہ:۔ "دونون کالج ناگنین ہین انھین پٹارے مین بند کردو"

پیسہ اخبار کے بعد اب البشیر کے چند اقتباسات اسی سلسلۂ بحث مین ملاحظہ طلب ہین۔

البشیر ۳۰- جولائی ۱۹۱۲ء کی اشاعت میں علام الحاق کے فیصلہ کو سخت مایوسی پیدا ہونے کی وجہ بتاتا ہے اور اختیارات پر بحث کرتے ہوئے کہتا ہے کہ :-

"اگرچہ نواب وقار الملک اور پنڈت مدنموہن (مالوی) کوشش جاری رکھنے پر یقین دلاتے ہین کہ گورنمنٹ ضرور اپنی رائے مین ترمیم کرے گی تاہم مسلمان اور ہندؤن کے اخبارات یک زبان ہو کر گورنمنٹ کی اس تجویز کو ناپسند کر رہے ہین اور متفقہ رائے ہے کہ اگر گورنمنٹ تجویز کو واپس نہ لے تو ایسی یونیورسٹیان بالکل بیکار اور غیر مفید ہونگی۔ بحث طلب امر یہ ہے کہ جب تک گورنمنٹ اپنے فیصلہ کو واپس نہ لے اُس وقت تک آیا ہم کو یونیورسٹی کا چارٹر ان ہی شرائط کے موافق جو اس وقت تجویز کرے لینا چاہئے یا نہین"

اسی کے ساتھ وہ اس بحث کو ہندوؤن سے اس لئے جُداگانہ طے کرنا چاہتا ہے کہ ہم ہنود کے قائم مقام نہین -ہنود کی ضروریات اور ان کی تعلیمی حالت ہم سے بالکل جُداگانہ قسم کی ہین- وہ چارٹر حاصل کرین یا انکار کردین ہم کو اس معاملہ مین ان کی تقلید مناسب نہین-
پھر وہ اپنے قومی نفع و نقصان کو مدنظر رکھتے ہوئے غور کرنیکی صلاح دیتا ہو اور کہتا ہے کہ :-

"ہم ہر قسم کی شرائط پر لینے کو راضی تھے لیکن افسوس صد افسوس کہ تقسیم بنگالہ کی تنسیخ کے بعد ہماری یہ رائے تبدیل ہو گئی- جس طرح اراکین گورنمنٹ کا فرض ہے کہ وہ صرف گورنمنٹ کی مصلحتون کو پیش نظر رکھین اسی طرح ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم ہر موقع پر اپنی قومی مصلحتون کی حفاظت کرین اور جب تک ہم کو خیالات کے اظہار کی قانوناً آزادی ہے اُس وقت تک ہم بلا اس خیال کے کہ گورنمنٹ ہم سے خوش ہو گی یا ناخوش اپنی قومی ضروریات کو ظاہر کرتے رہین اور گورنمنٹ کی ایسی کارروائی پر جس سے ہم کو اندیشہ ہو کہ ہماری قوم کو نقصان پہنچے گا بلا خوف اعتراض کرتے رہیں- اسی اُصول کو

مدنظر رکھکر ہم دیکھنا چاہتے ہین کہ جن شرائط کے ساتھ گورنمنٹ ہم کو مسلم یونیورسٹی دینا چاہتی ہے وہ کہان تک ہماری قوم کے مناسب حال ہے"۔

اس کے بعد وہ کالجون کے الحاق سے بوجہ کالجون کے نہ ہونے کے امید موہوم پر اختلاف کرتا ہے اور کہتا ہے کہ :۔

"اگر ہمارے پاس بہت سے قومی کالج ہوتے تو اس وقت شاید ہم اس قسم کی رائے نہ دیتے"

پھر وہ اس اعتراض کی کہ سرسید کا منشا اکسفورڈ اور کیمبرج کے نمونے پر اسلامی یونیورسٹی قائم کرنا تھا اور وہان بیرونی کالج ملحق نہین ہین پھر کیون زور دیا جاتا ہے اس طرح تردید کرتا ہے کہ :۔

"وہ یونیورسٹیان گورنمنٹ کے اثر سے آزاد ہین اور سرسید کا بھی اصلی منشا یہی تھا اور جس منشا کو اُنہون نے مختلف موقعون پر صاف الفاظ مین ظاہر کیا تھا کہ وہ علیگڈھ مین ایک ایسی یونیورسٹی بنانا چاہتے ہین جو گورنمنٹ کے اثر سے آزاد ہو لیکن مسلم یونیورسٹی بالکل آزاد نہ ہو گی حتیٰ کہ بعض حالتون مین کالج کی موجودہ آزادی بھی قائم نہ رہے گی"۔

پھر وہ ٹرسٹیون کے اختیار، انتخاب سکرٹری، و تقرر پروفیسران وغیرہ کے قواعد سے ان اختیارات کا مقابلہ کرتا ہے جو وائسرائے کو بہ حیثیت چانسلر حاصل ہون گے اور کہتا ہے کہ :۔

"تمام شرائط ایسی ہین کہ سرسید کو کبھی بھول کر بھی یہ خیال نہ آیا ہو گا کہ وہ اس قسم کی یونیورسٹی بنا دینگے جو ان کی اس آزادی کو بھی چھین لے گی جو ان کو اور ان کے قائم مقامون کو حاصل ہین"

پھر وہ عدم الحاق کو اس شرط پر منظور کرتا ہی کہ کیمبرج اور آکسفورڈ کی سی آزادی حاصل

ہو جائے اور جبکہ وہ آزادی حاصل نہین تو الحاق سے محرومی کوئی زبردست دلیل پر مبنی نہیں ہے اور پھر جبکہ کالجون کا الحاق وائسرائے کی منظوری پر منحصر ہے۔

اس کے بعد وہ اسلامی اسکولون کے الحاق کے مسئلہ پر بحث کرتا ہے کہ :-

"آنریبل سید محمود نے سرسید کے حکم کے موافق جو اسکیم مسلم یونیورسٹی کی مرتب کی تھی اُس میں اسلامی اسکولون کے الحاق پر خاص طور سے بحث کی گئی ہے ایسی حالت مین جبکہ خود سرسید مسلم یونیورسٹی سے اسلامی اسکولون کے الحاق کے حامی تھے آج ہم کیونکر گوارا کر سکتے ہین کہ ہماری مسلم یونیورسٹی سے اسلامی اسکولون کا الحاق نہ ہو اور سرسید کی رائے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مردہ کردی جائے۔ ایسی حالت میں ہم بھی ایک لمحہ کے لئے کسی ایسی مسلم یونیورسٹی کا چارٹر لینے کے لئے تیار نہین ہو سکتے جو سرسید کی اصلی غرض کے خلاف ہو۔"

اس کے بعد وہ یونیورسٹی کی تعلیم اور سکنڈری تعلیم کی بحث کے بعد کہتا ہے کہ :-

"ایسی حالت مین جبکہ مسلم یونیورسٹی کا انتظام جداگانہ طریقہ کا ہوگا، وہان کی خواندگی وغیرہ جداگانہ ہوگی تو کس طرح سرکاری یا امدادی یا دوسرے اسلامی اسکولون کے طلبا مسلم یونیورسٹی مین جاکر تعلیم پاسکین گے۔ ہم کو تو خوف ہے کہ جس طرح آج محمڈن کالج سے مختلف صوبون کے اسکولون سے پاس شدہ مسلمانون کو نفع پہنچتا ہے مسلم یونیورسٹی قائم ہو جانے کے بعد اتنا نفع بھی نہ پہنچیگا اور اس طرح علیگڈھ کا جس قدر اثر بھی آج مسلمانون پر ہے آیندہ یہ بھی نہ رہیگا اور اس طرح مسلم یونیورسٹی کا چارٹر لینا بجائے نفع کے قومی نقصان کا باعث ہوگا۔"

پھر وہ سرکاری اعلان کا تذکرہ کرکے تمام بائی لاز ریگیولیشن، کانسٹی ٹیوشن پر رائے زنی لاحاصل بتاتا ہے اور مبینہ شرائط پر صرف چارٹر حاصل کرنے کے مسئلہ پر غور کی تاکید کرکے

کہتا ہے کہ :-

"ہماری یہ قطعی اور آخری رائے ہے کہ مسلم یونیورسٹی کے چارٹر حاصل کرنے کے خیال کو فی الحال ملتوی کر دیا جائے"

اور پھر کہتا ہے کہ :-

"جب تک اسلامی اسکولون کا الحاق طے نہ ہو جائے چارٹر لینا قوم کے ساتھ بے ایمانی کرنا ہے"

پھر وہ آخری مضمون مین رائے دیتا ہے کہ :-

"ہم کو اُمید ہے کہ ہر مقام کے مسلمان جلسے کرکے اپنی آخری رائے کے رزولیوشن پاس کرینگے اور جلسہ میں سوائے فاتحہ خوانی کے دوسری کارروائی نہ ہوگی"

۶- اگست ۱۹۱۲ء مین "ہندو اور مسلم یونیورسٹیون کا باہمی فرق" کے عنوان سے ایک لیڈنگ آرٹیکل لکھا ہے جس مین وہ کہتا ہے کہ :-

"ہندو یونیورسٹی کا چارٹر جس طرح بھی ملے یونیورسٹی کے بانی لینے کے لئے تیار ہو جاوینگے"

اور وہ اُن نوٹون کی طرف توجہ دلاتا ہے جو اخبار ہندوستانی مین شائع ہوئے ہین جس مین اس رائے کا اظہار ہے کہ :-

"جن شرائط پر بھی ملے ہندو یونیورسٹی کا چارٹر قبول کر لینا چاہیئے اور آئندہ کالجون کے الحاق کی منظوری کی کوشش رکھی جاے۔ اس طرح دس برس مین دوسرے صوبون مین یا تو ہندو یونیورسٹیان قائم ہو جائینگی یا مختلف صوبون کے کالجون کا الحاق ہو جائے گا"

اس رائے پر وہ تنبیہ کرتا ہے کہ :-

"مسلمانون کی تعلیمی حالت بالکل جداگانہ ہے۔ مسلمانون کو ہنود کی تقلید کسی طرح مناسب نہین۔ ہنود کے بہ کثرت کالج اور اپنے ہائی اسکول ہین۔ گورنمنٹ کی یونیورسٹیون مین ان کا کافی اثر ہے۔

سررشتۂ تعلیم مین ان کو پورا قابو حاصل ہے۔ ان مین تعلیم کی کافی ترقی ہو چکی ہے۔ اُن مین قومی کام کرنے والے، اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ ایثار نفس کر کے نہایت قلیل تنخواہ پر اپنی زندگیان قومی تعلیم کے لئے وقف کر رہے ہین۔ ان کو منظوری، نا منظوری دونون صورتون مین خطرہ نہین۔ آج خالص سرکاری یونیورسٹیون اور سررشتہ تعلیم سے اُن مین نفع اُٹھانے کی کافی قابلیت اور قوت موجود ہے تو یقیناً اِس یونیورسٹی سے خواہ کیسے ہی سخت قیود کیون نہ ہون اُن کو نفع اُٹھانے سے کون باز رکھ سکتا ہے۔ لیکن مسلمانون کی یہ حالت نہین۔ تعلیم و دولت کی کمی ترقی کی راہ مین مشکلات ہین۔ سررشتہ تعلیم مین تعداد نفی کے برابر ہے۔ اِس لئے سرکاری کالجون اور اسکولون سے نفع نہین اُٹھا سکتے۔ لایق اشخاص کی کمی ہے۔ اسلئے مثل ہنود کے ایثار کرنیوالے نہین ہین بلکہ بازار کی قیمت پر بھی نہین ملتے۔ قومی کام کرنے والے مفقود ہین۔ ذاتی دولت، عزت اور شہرت اور نام و نمود کے حاصل کرنے مین دیوانے ہین۔ اسلامیہ کالج لاہور پنجاب کے تمام کالجون سے بدتر ہے اِس کالج (محمڈن کالج) کی بھی جو کچھ حالت ہے اور جس رفتار پر جا رہا ہے ہم سے زیادہ اُس سے کوئی دوسرا شخص واقف ہونے کا دعویٰ نہین کر سکتا۔"

پھر وہ کالجوں کے الحاق کے سوال کو نظر انداز کرنے کی رائے دیکر کہتا ہے کہ :-

"اسلامی ہائی اسکولوں کا الحاق منظور ہو جائے تو یونیورسٹی کا چارٹر حاصل کرنا چاہیئے"

پھر وہ اُن کا اعلیٰ معیار بتاتا ہے اور ہدایت کرتا ہے کہ :-

"اگر گورنمنٹ اس کو بھی منظور نہ کرے تو ہم اپنی قطعی اور آخری رائے ظاہر کر چکے ہین کہ چارٹر حاصل کرنے کے خیال کو کچھ عرصہ کے لئے ملتوی کر دیا جائے"

پھر وہ کامریڈ کی اِس رائے پر کہ "اگر الحاق منظور نہ ہو تو مجبوراً چارٹر لے لینا چاہیئے" افسوس کرتا ہے اور کہتا ہے کہ :-

"اس رائے مین ارادہ کی پختگی اور ہمت کی مضبوطی نہین پائی جاتی"

اس کے بعد ۲۲۔ اگست کی اشاعت مین وہ ممبر تعلیم کی چھٹی پر تنقید کرتا ہی اور اس بات کی تردید کرتا ہی کہ "بیرونی کالجون کے الحاق کی تائید مین سرسید بھی نہ تھے"

پھر وہ کہتا ہی کہ :۔

"اگر سرہارکورٹ بٹلر اور لارڈ کریو سرسید کے خیالات اور خواہشات کو پورا کرنے کے لئے تیار ہین تو ہم راضی ہین کہ آکسفورڈ اور کیمبرج سی آزاد یونیورسٹی ہم کو بھی عطا کی جائے"

آگے چل کر وہ نام کی بحث پر سخت نکتہ چینی کرتا ہے۔

۳۔ستمبر کی اشاعت مین ایک اور لیڈنگ آرٹیکل ہی جسمین وہ اختیارات کے متعلق لکھتا ہی کہ :

"ہمارا ایمانداری کیساتھ اس وقت یہ خیال ہے کہ ہماری قوم کی ترقی منحصر ہے صرف آزاد یونیورسٹی ہونے کی حالت مین"

اسی مضمون مین وہ اپنے لیڈرون کی کمزوری جتاتا ہے کہ :۔

"ہم ممبر صیغہ تعلیم سے مشورہ کے بعد کانسٹی ٹیوشن بنانے مین اور اس مین بعض امور کو قومی ترقی کی راہ مین رکاوٹ خیال کرتے ہین لیکن ہمارے لیڈر محض اس خیال سے کہ گورنمنٹ ناراض ہوکر یونیورسٹی کے چارٹر دینے سے انکار نہ کرے ممبر تعلیم گورنمنٹ ہند کے مشورون کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہین"

پھر وہ سرہارکورٹ بٹلر کے کانفرنس دہلی مین تقریر کرنے، سرکاری اعلان شائع ہونے اور ممبر تعلیم کی چھٹی کے بذریعہ تار موصول ہونے اور اختیارات مین تغیر و تبدل پر نکتہ چینی کرتا ہی اور محمدن کالج کے اصول کی مثال سے گورنمنٹ کے سررشتہ تعلیم کے اصول کو غلط بتاتا ہے۔ پھر وہ کہتا ہے کہ :۔

"اگر محمڈن کالج کی جگہ علیگڈھ کالج نام ہوتا یا ٹرسٹیون کے لئے مسلمان ہونے کی قید نہ ہوتی اور پریسیڈنٹ کے اختیارات لوکل گورنمنٹ کے سپرد کر دیتے تو یہ کامیابی نہ ہوتی۔"

اس تجربہ پر وہ نام و اختیارات پر ہی بحث نہین کرتا بلکہ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ :۔

"اگر ڈسپلن کا تمام انتظام اُن ماہرین فن کے ہاتھ مین دیدین جو انگلستان کی یونیورسٹیون سے تعلیم پانے کے بعد سیدھے ہندوستان آتے ہین اور باشندہون کا کوئی تجربہ نہین ہوتا اور نہ اُن کو مثل ہمارے مسلمان بچون کے ساتھ ہمدردی ہوسکتی ہے اور ان کی غلط کارروائیون کی روک ٹوک نہ کرین اور ٹرسٹیون کی جماعت بالکل کٹھ پتلیون کی جماعت بن جائے تو یقیناً علیگڈھ کی یونیورسٹی ڈھاکہ یونیورسٹی سے بہتر نہ ہوگی۔ ہم اس بات کے لئے تیار نہین ہین کہ وہ اُصول یونیورسٹی بنانے مین اختیار کرین جس سے ہماری قومی تعلیم ۵۰ سال پیچھے ہٹ جائے۔ ہم اس کے لئے بھی تیار نہین ہین کہ اپنے پیارے کالج کو جو ہماری ۵۰ سال کی محنت کا نتیجہ ہے تختۂ مشق بنانے کے لئے یونیورسٹی کے بھرے مین خراب کر دین۔"

اس کے بعد وہ لیڈرون کی غلطی ظاہر کرتا ہے کہ :۔

"ہمارے نزدیک مسلمان لیڈرون کی یہ غلطی تھی کہ اُنھون نے کانسٹی ٹیوشن بنانے کے وقت ممبر تعلیم سے مشورہ لیا۔ زیادہ مناسب تھا کہ قوم سے مشورہ لے کر بھیجا جاتا اور چارٹر کی درخواست کی جاتی۔ یہ ممکن تھا اور یقیناً ایسا ہی ہوتا کہ گورنمنٹ اس مسودہ کو واپس کر دیتی۔ اسکے بعد بار بار مسودہ بھیجا جاتا اور درخواست کی جاتی۔"

آگے چل کر وہ قوم کے صیغۂ راز پر غصہ ہوتا ہے اور اپنے اصول پر کاربند رہنے اور کوشش کی ہدایت کرتا ہے اور سمجھاتا ہے کہ :۔

"چارٹر حاصل کرنے کی جلدی نہین ہے، اس عرصہ مین ہم اس قابل ہوجائینگے کہ ماہرین

فن تعلیم مین ہمارا غلبہ ہو جائے گا"
آخر مین وہ بیرونی کالجون کے الحاق کے اصرار کو ترک کر دینے مگر اسکولونکے الحاق کا اصرار قائم رکھنے کی ترغیب دیتا ہے اور مناسب نہین سمجھتا کہ گورنر جنرل با جلاس کونسل کو ان اختیارات سے زیادہ اختیار دئے جائین جتنے آج لوکل گورنمنٹ کو کالج مین ہین۔
۲۴ ستمبر کی اشاعت مین تقسیم بنگالہ کی تنسیخ کی مثال دیکر متواتر اور قطعی الفاظ کو بے معنی ثابت کرتا ہی اور پھر وہ تغیر وزارت کے بعد چارٹر حاصل ہونے کی امید رکھتا ہے اور طلب صادق، فراہمی سرمایہ، عقلمندانہ کانسٹی ٹیوشن کی ترتیب اور علیگڈھ کو آکسفورڈ اور کیمبرج کا نمونہ بنانے کی شرائط پر چارٹر ملنے کا یقین دلاتا ہی۔
پھر وہ رزیڈنشل ہائی اسکولون کے قائم کرنے، علیگڈھ مین دس ہزار طلباء کا بورڈنگ ہاؤس بنانے، لیکچر روم اور پروفیسرون کی کافی تعداد بہم پہنچانے کی فہمائش کرتا ہی اور یقین رکھتا ہی کہ گورنمنٹ خود بخود چارٹر دینے پر مجبور ہوگی۔
یکم اپریل ۱۹۱۳ء کی اشاعت مین وہ اس بات پر خوش ہے کہ فونڈیشن کمیٹی کے ممبران نے لکھنؤ مین اپنی ذمہ داری قبول کرنے سے انکار کر دیا اور اس طرح ڈپوٹیشن ٹوٹ گیا اور وہ صاف کہتا ہی کہ چارٹر ملنے مین جس قدر زیادہ دیر ہو اُسی قدر اچھا ہے۔
پھر وہ کہتا ہے:۔

"اگر علیگڈھ والے درحقیقت مسلم یونیورسٹی کے خواہشمند ہین تو یہ اُن کا فرض ہی کہ وہ قوم مین بہت سے ماہرین فن پیدا کرنے مین مصروف ہون"

ان راؤن کا تمام قوم کی راے پر اثر

ہم نے اس سلسلۂ اقتباس مین اُن اخبارات اور اُن اصحاب کی راؤن کو نہین

شامل کیا جو ایک گروہ کے نزدیک مخرور المزاج سمجھے جاتے ہین یا جن کے قلم و زبان مین فساد کی آتش فشانی تصور کی جاتی ہے۔ صرف ان ہی اخبارات اور لیڈرون کی رائین اقتباس کی ہین جو معتدل شمار کئے جاتے ہین۔ پس ناممکن تھا اور کوئی وجہ نہ تھی کہ یہ رائین قوم پر اثر نہ ڈالتین اور اسکو یقین نہ ہوتا کہ ہمارے محسوسات اور خواہشات کو ناواجب طور پر مسترد کر دیا گیا ہے اور ہم کو وہ چیز نہین دی جاتی جسکی ہم التجا کرتے ہین بلکہ ہم سے ایک اور محبوب چیز جُدا کی جاتی ہے۔

روزانہ اخبارات مین ایسے ہی خیالات اطراف و اکناف ہند مین شائع ہوتے تھے اور ہر شخص جس کو ذرا بھی یونیورسٹی کے مسئلہ سے دلچسپی تھی ان کا مطالعہ کرتا تھا۔

فونڈیشن کمیٹی کے رزولیوشن

اسی دوران مین فونڈیشن کمیٹی نے اپنے اجلاسہائے منعقدہ علیگڈھ مین جو ۲۶ و ۲۷ جولائی ۱۹۱۳ء کو ہوئے تھے کالجون اور اسکولون کے الحاق کا حق حاصل رہنے کا رزولیوشن پاس کیا اور اختیارات صرف اس حد تک محدود رکھے جو صوبہ متحدہ کے لفٹنٹ گورنر کو بحیثیت پیٹرن مدرستہ العلوم مین حاصل ہین۔ اسی طرح سینٹ، کورٹ، کونسل، سنڈیکیٹ کے تعلقات مسودہ کانسٹی ٹیوشن کے مطابق قائم رہنے اور مسلم یونیورسٹی کا نام بدستور رکھنے کے رزولیوشن پاس ہوئے۔

منجانب صدر یعنی راجہ صاحب محمود آباد گورنمنٹ عالیہ مین نائبین قوم کے وفد جانیکی تحریک منظور کیگئی جو قوم کی معروضات پیش کرے اور حصول مدعا کی پوری کوشش کرے۔

ہندو یونیورسٹی کی شرائط مختتم

ہنوز یہ ڈپوٹیشن اپنی کارروائی شروع بھی نہ کرسکا تھا کہ گورنمنٹ کی جانب سے ہندو یونیورسٹی کی منظوری کی شرائط مختتم ہوگئین جنکو آنریبل ممبر تعلیم نے اپنے مراسلہ موسومہ مہاراجہ صاحب دربھنگہ مورخہ ۱۸۔ جولائی ۱۹۱۴ء مین بیان کیا ہے کہ:۔

"اس کو الحاق کا حق نہین ہوگا۔ لفٹنٹ گورنر صوبہ متحدہ ایکس آفیشو چانسلر ہینگے اور وہ اختیارات جو چانسلر کے لئے ضروری ہین حسب ذیل ہونگے:۔

(الف) عام نگرانی کا حق اور اس مشورہ کا اختیار کہ فلان کارروائی کیجائے اور اس قسم کا اسٹاف مقرر یا برطرف کیا جائے جس سے یونیورسٹی کے مقاصد حاصل ہون سکین یہ دیکھنے

لے (علیگڈھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ - ۲۲- جولائی ۱۹۱۴ء)

کے لازمی اختیار کے ساتھ کہ اس قسم کے مشورہ پر عمل بھی کیا جاتا ہے۔

(ب) معائنہ کا اختیار یہ دیکھنے کے لیئے کہ تعلیم کا معیار کافی اعلیٰ رکھا جاتا ہے یا نہیں۔ نیز دیگر مقاصد کے لیئے۔

(ج) اس قسم کے معائنہ وغیرہ کے نتیجے کے طور پر یونیورسٹی کے امتحانات کے لیئے اگر ضرورت ہو تو بصورتِ خاص ممتحن مقرر کرنے کا حق جو چانسلر کو رپورٹ کرینگے۔

(د) سالانہ حساب طلب کرنا۔

(ہ) وائس چانسلر اور پرووسٹ کے تقرر کی منظوری۔

(و) ابتدائی قواعد وغیرہ اور مابعد کی تبدیلیون کی منظوری۔

(ز) یونیورسٹی کے ساتھ مقامی کالجون کے الحاق کی منظوری۔

(ح) سینٹ کے لیئے پانچ ممبرون کی نامزدگی۔

(ط) جدید فیکلٹیون کے قیام کی منظوری اور کسی خاص وقت پر توسیع کی حدود کے تعین کا حق"

اِس مراسلہ مین جابجا محمدن یونیورسٹی کا بھی تذکرہ ہے۔ اِن شرائط پر ہندو پریس اور ہندو لیڈرون نے نہایت سختی سے نکتہ چینی کی۔ اور مسلمانون نے تامل و تحمل کے ساتھ صورتِ حالات پر نظر کی۔ پیسہ اخبار (۲۔ اگست ۱۹۱۲ء) لکھتا ہے کہ:۔

"اِس چٹھی پر ہندو پبلک اور پریس مین بہت کچھ بحث ہو رہی ہے اور قریب قریب تمام ہندو پریس اس بات پر متفق ہے کہ شرائط بہت زیادہ ہین اور وہ اس حد تک مقید کردینگی کہ ہندوؤن کو ایک ایسی قومی یونیورسٹی کے وجود سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ مسز اینی بیسنٹ نے اپنے اخبارات کامن ویل اور مدراس اسٹینڈرڈ مین کئی مضامین چٹھی کی تجاویز کے خلاف لکھے ہین۔ بیڈر، بنگالی، ایڈووکیٹ، امرتابازار پترکا، ہندو، انڈین پیٹریاٹ، ٹریبیون وغیرہ تمام ہندو اخبارات اِن شرائط پر سختی سے نکتہ چینی کر رہے ہیں۔ اور ایسے ہی سرمایہ کے کئی معطی شکایت کر رہے ہین۔ لیکن بعض نے اِن شرائط کو ضروری جانا ہے اور تائید کی ہے۔

غرض ہندو یونیورسٹی کی تکمیل اور چارٹر حاصل ہونے کا مسئلہ باوجود اس مخالفتِ عام کے ترقی کرتا رہا۔ بنارس مین موقع کا معائنہ ہوا۔ قانون اساسی مرتب ہوکر کونسل مین بھی پیش ہوگیا اور مسودہ نے قانون کی صورت اختیار کرلی۔

ہندو یونیورسٹی کی حرص

ہندو یونیورسٹی اسکیم کی تکمیل نے مسلمانون کے ایک خاص طبقہ مین بھی جوش پیدا کیا کہ انہی شرائط پر اگر مسلم یونیورسٹی ملے تو لے لینا چاہیئے۔

گویا اب ایک تیسرے دَور کا آغاز ہوا جس مین پہلے اور دوسرے دَور کی باتین نسیاً منسیاً کی جارہی ہین وہی اخبارات جن کے اقتباس ہم نے دوسرے دَور کے واقعات مین تحریر کیے ہین اس دَور مین ہندو یونیورسٹی کی شرائط پر یونیورسٹی لینے کو آمادہ ہین اور اب یہ منطق پیش کی جارہی ہے کہ ہندو باوجودیکہ دولت وتعلیم مین زیادہ ہین اور ایجیٹیشن کی پوری قوت رکھتے ہین جب یونیورسٹی لینے پر آمادہ ہوگئے تو ہم کو بھی لے لینا چاہیئے ورنہ ہم تعلیم مین پیچھے رہ جائین گے اور فوائد سے محروم رہین گے گورنمنٹ کے اختیارات بالکل حق بجانب ہین اور اب بھی لفٹننٹ گورنر صوبہ جات متحدہ کو وہی اختیارات ہین جو وہ یونیورسٹی کے انتظام مین مانگتی ہین افیلیشن کا معاملہ بھی اہم نہین رہا کہ جس سے یونیورسٹی کی تعلیم پر کچھہ فرق پڑسکے۔ یہ مسلمانون کی بدنصیبی ہوگی اگر ہندؤن نے یونیورسٹی لے لی اور اُنھون نے مدت تک نہ لی جب ہندو یونیورسٹی ہزارہا گریجویٹ تیار کرچکے گی تب مسلم یونیورسٹی لینے کے لیے کوشش کرنا مسلمانون کے لئے کس قدر ننگ وعار کا باعث ہوگا۔ افسوس ہے کہ مسلم یونیورسٹی کے حاصل کرنے مین مسلمانون نے جو غفلت اور سستی کی ہے اس کے اُنھین بہت سے نقصان پہنچ رہے ہین۔ گو راجہ صاحب محمود آباد نے

"مسلم ایسوسی ایشن" کو صلاح دی تھی کہ وہ ابھی خاموش رہیں اور یونیورسٹی کے حاصل کرنے میں جلدی نہ کریں مگر دوسری طرف جن لوگوں نے مسلم یونیورسٹی کے خوش آیند خواب کا نام سن کر بہت سے چندے دیئے تھے وہ یونیورسٹی کے فوراً قوۃ سے فعل میں نہ آجانے سے مایوس ہو کر اپنے چندے واپس مانگ رہے ہیں یا چندوں کی ادائی روک رہے ہیں۔

اصولی بحث کے متعلق آنریبل ممبر تعلیم کی چٹھی

ادھر آنریبل ممبر تعلیم نے راجہ صاحب محمود آباد کو مطلع کیا کہ:۔

"ہندو یونیورسٹی بل کے متعلق اصولی بحث و مباحثہ ختم ہو چکا لہذا اصول کے متعلق کسی مزید بحث کا چھیڑنا نامناسب ہے تاہم اگر مسلمان اُن اصولوں سے اتفاق کر کے جو ہندوؤں نے منظور کر لئے ہیں اپنے تا مقاموں کو بھیجیں تو نزدعات کی نسبت بخوشی گفتگو کی جا سکتی ہے۔"

مسلم یونیورسٹی ایسوسی ایشن کے جلسہ کی روئداد

اس مسئلہ پر غور کرنے کے لئے ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۱۵ء کو علیگڈھ میں مسلم یونیورسٹی ایسوسی ایشن کا اجلاس ہوا اور یہ رزولیوشن پیش کیا گیا کہ:۔

"یہ جلسہ فونڈیشن کمیٹی سے سفارش کرتا ہے کہ ہم کو اُن اصولی شرائط پر جن پر ہندوؤں کو یونیورسٹی ملی ہے یونیورسٹی لے لینا چاہیئے"

لیکن اس رزولیوشن کے بعد یہ ترمیم پیش ہوئی کہ:۔

"مسلم یونیورسٹی کا مسئلہ چونکہ بحث طلب ہے لہٰذا اس نازک زمانہ مین اس کے متعلق کوئی کارروائی نہ کی جائے بلکہ کم از کم اختتام جنگ تک یہ مسئلہ ملتوی کیا جائے۔"

اس ترمیم کی تائید و مخالفت مین تقریرین ہوئین اس کے بعد ووٹ شمار کئے گئے۔ ترمیم کے موافق (۳۱) اور مخالف ۳۰ ووٹ تھے گویا ترمیم پاس ہو چکی تھی کہ ووٹ شماری کا قابل افسوس تنازعہ پیش آگیا اور اکثر اصحاب جلسہ سے چلے گئے اور پھر جو واقعات پیش آئے وہ ہنوز تازہ ہین۔ اُن کے اعادہ کی ضرورت نہین۔ بہرحال پہلا سفارشی رزولیوشن ۳۶ راؤن سے بمقابلہ ایک راے کے پاس ہو گیا جس کے بالمقابل اون اصحاب نے جو جلسہ چھوڑکر چلے گئے تھے علیحدہ جلسہ کرکے اپنا رزولیوشن ۴۰ راؤن کے ساتھ صاحب پریسیڈنٹ جلسہ کی خدمتین بر سر اجلاس بھیجدیا۔

جلسہ پر اخبارات کی رائین

پیسہ اخبار۔ اس جلسہ کی روئداد پر پیسہ اخبار نے ۱۴۔ نومبر ۱۹۱۵ء کو جو لیڈنگ آرٹیکل لکھا ہے اس مین مخالفین کے دلائل کو یاوہ ہوا، فضول اور لغو بتایا ہے ستاخیر و التوا چاہنے والون کو گمراہ کہا ہے اور ضد کی بنا پر مفت کی تضیع اوقات کا باعث قرار دیا ہے۔

البشیر۔ البشیر نے عجیب قسم کی دورُخی روش اختیار کی ہے معلوم ہوتا ہے کہ پچھلے مضامین اور رائین حافظہ مین ہین اور ان کے خلاف وقتیہ پبلک کے

سامنے آنے مین شرم و حجاب دامن گیر ہے اس لئے وہ ۲۳ نومبر ۱۹۱۵ء کی اشاعت مین اُن خطرات کو ظاہر کرتا ہے جو یونیورسٹی لینے مین ہین وہ تقلید کو منع کرتا ہے اور گورنمنٹ کے سامنے اپنے شبہات خرابیون اور اون کے علاج بیان کرنے پر زور دیتا ہے - گورنمنٹ کے مسئلہ اختیارات کو خواہ مخواہ کی بدگمانی نہین بتاتا" اور قبول کرتا ہے کہ یہ اختیارات محض اس لئے ہین کہ معیار تعلیم کم نہ ہو - رعایت و مروت سے نا قابل اشخاص کو ڈگریان نہ ملنے پائین - نا قابل و نالایق اسٹاف کا تقرر نہ ہو - طالب علمون مین مغویانہ یا منافرت کے خیالات نہ پیدا ہون - مشتبہ چال چلن کا آدمی اسٹاف مین مقرر نہ ہو جائے -

اس کے بعد وہ اِن باتون کو اصولاً تسلیم کرکے کہتا ہے کہ :-

"ہم الہ آباد یونیورسٹی کے معیار کی پابندی نہین کرسکتے ہمارا معیار ہوگا آکسفورڈ اور کیمبرج کی یونیورسٹیان"

پھر مشورہ دیتا ہے کہ :-

تمام امکانی صورتون مین غور کرکے ان کو جزئیات کی مدبین ے کر گورنمنٹ سے بحث کی جائے"

باقی اسٹاف کے متعلق اختیارات کے مسئلہ مین وہ بالکل متفق ہے اور اُن لوگون کو احمق بتاتا ہے جو اس سے مخالفت کرتے ہین - تاہم پھر یہ کہتا ہے کہ :-

"اس اصول کو تسلیم کر لینے کے بعد ان صورتون پر جن مین گورنمنٹ اپنے

اختیارات استعمال کرے غور کرنا چاہیے اور درخواست کرنی چاہیے کہ اصولاً مسئلہ اختیارات تسلیم کرتے ہین لیکن چونکہ گورنمنٹ کی پالیسی گورنر جنرل حتی کہ لفٹنٹ گورنر کے تبدیل ہونے کے بعد بدل جاتی ہے اور اکثر خارجی معاملات کی وجہ سے انگلستان کی وزارت کی تبدیل پالیسی کا اثر بوجہ روحانی تعلقات اسلامی کے جو غیر ممالک کے مسلمانون کے ساتھ ہین ہندوستان کے مسلمانون پر پڑتا ہے اور بعض اوقات پولیٹیکل مصلحتین ایسی تجاویز کا باعث ہوتی ہین جو مسلمانون کے لئے سخت نقصان رسان ہین اس لئے قانون مین ایسی تبدیلی کی جائے کہ جس سے یہ معلوم ہو جائے کہ کس کس موقع پر گورنمنٹ اختیارات کو کام مین لائے گی اور مسلمانون کو اپنی بریت کے پیش کرنے کا کہان تک حق حاصل ہوگا"

وہ اپنی رائے کی تائید مین لارڈ میکڈانل کی پالیسی، تقسیم بنگالہ کی تنسیخ اور سر جان ہیوٹ اور مسٹر آرچیبولڈ کے معاملہ کو پیش کرتا ہے اور امید رکھتا ہے کہ معقول طریقہ اور دوستانہ گفتگو سے ترمیم قانون مین کامیابی ہوگی ورنہ بے نکے پن کی مخالفت شرائط مین اور بھی سختی کرا دے گی۔ پھر وہ ۱۴ و ۲۱ دسمبر ۱۹۱۵ء کی اشاعت مین مسلم یونیورسٹی نہ لینے کے نقصانات پیش کرتا ہے کہ :۔

"ختم جنگ کے بعد اگر کنسرویٹو وزارت ہو گئی جس کے لیڈر قومی یونیورسٹیون کے خلاف ہین تو یہ تعلیمی پالیسی بھی بدل جائے گی اور اگر یونیورسٹی ملی تو

اور بھی زیادہ سخت شرائط ہون گی اور اگر ختم جنگ کے بعد لینے کی رائے ہوئی اور ہندو یونیورسٹی کی شرائط قبول کی گئین تو معاملات کے طے کرنے، قانون پیش کرنے اور پاس ہونے اور انتظامات مین کئی سال لگین گے اور اس عرصہ مین قوم کی تعلیم مین سخت نقصان پہنچے گا۔ ہندو یونیورسٹی کے تجربہ کے بعد ممکن ہے کہ بعض واقعات مسلم یونیورسٹی کے شرائط کو اور زیادہ سخت کرنے پر مجبور کرین یا سرمایہ زیادہ کرنے کی شرط ہی لگائی جائے تو کیا سرمایۂ مطلوبہ جمع ہو جائے گا یا والیان ریاست کی گرانٹ کو ناقابل اعتبار سمجھا جائے اور نقد سرمایہ دکھانے کی قید لگا دی جائے تو سرمایہ کہان سے جمع ہو گا یا گورنمنٹ کی امداد نہ ملے تو ایک لاکھ روپیہ سال کے نفع سے محروم ہو جائین گے۔"

پھر وہ ایک عجیب حملہ کند لوجی سے اپنی رائے کو تسلیم کراتا ہے۔ اور کھتا ہے کہ:۔

"والیان ملک اور تعلقہ دار ہمیشہ یہ دیکھتے ہین کہ گورنمنٹ اور اُس کے حکام اعلیٰ کس کام سے خوش ہوتے ہین اور کس سے ناراض۔ بس خیالات معلوم ہونے کے بعد یا قیاس سے کام لینے کے بعد وہی کام کرنے کو آمادہ ہو جاتے ہین۔ لھذا جب ان کو معلوم ہو گا کہ گورنمنٹ سے سرکشی اور تمرد کی وجہ سے یہ لوگ یونیورسٹی نہین لیتے اور گورنمنٹ واپسی روپیہ سے خوش ہو گی تو یقیناً بڑی بڑی رقمین واپس ہو جائین گی اور جب والیان ملک کو یہ معلوم ہو گا کہ گورنمنٹ کی مہربانی کالج پر وہ نہین

رہی جو پہلے تھی بلکہ ناخوش ہے تو یہ امر یقینی ہے کہ ریاستین کالج کی گرانٹ بند کردین گی تو پھر کالج کیسے چلے گا۔"

ماضی وحال کی راؤن پر ایک تبصرہ

ناظرین خود ان مضامین کا پچھلے مضامین سے اور ان دلائل کا پچھلی دلائل سے مقابلہ کر سکتے ہین۔ ہم کو اپنی طرف سے ایک لفظ کہنے کی ضرورت نہین اور ہر دیکھنے والا خود نتیجہ اخذ کر سکتا ہے کہ یا یہ آن شورا شوری یا یہ این بے نمکی کیون یہ حالتین پیدا ہوئین اور کن اسباب و واقعات پر ایسی جلد اور بغیر جدید واقعات کے رونما ہونے کی راؤن مین یہ متضاد کیفیت پیدا ہوگئی۔ الحاق و اختیارات کے مسائل نے کس وجہ سے یہ صورت اختیار کی۔ کیا سرسید کی روح نے مکاشفہ اور مراقبہ مین کوئی تلقین کی ہے یا اور کوئی اندرونی اسباب پیدا ہو گئے ہین جن کو پبلک مین آزادی کے ساتھ بیان نہین کیا جاتا۔

قطع نظر اس کے ان آخری جملون مین جو یک خیال خان بہادر مولوی بشیر الدین کی قلم سے گورنمنٹ کی نسبت البشیر کے صفحات پر ظاہر کیا گیا ہے وہ سخت حیرت انگیز ہے۔

یونیورسٹی کا مسئلہ محض ایک تعلیمی مسئلہ ہے اور اس وقت جو کچھ بحثین ہین وہ نیک نیتی کے ساتھ ہین۔ الحاق و اختیارات کے متعلق جو شور بحث کرنے والون مین اعلیٰ طبقے اور درجے کے ری

اشخاص کا حصہ رہا ہے اور غریب و جاہل قوم مین جو خیالات پیدا کئے ہین وہ بھی طبقہ نے پیدا کئے ہین - ہز ہائینس نواب صاحب رام پور بالقابہ اور راجہ صاحب محمود آباد نے ایسے جلسون کی صدارت کی ہے اور ان راؤن سے اتفاق کیا ہے جن کی بنا پر یونیورسٹی مین تاخیر ہو رہی ہے اور جنہون نے قوم مین ایک متفقہ رائے قایم کردی ہے - والیان ملک نے خود اپنی اولاد کے تعلیمی مسائل پر گورنمنٹ کی تعلیمی پالیسی سے اختلاف کیا ہے - ہز ہائینس بیگم صاحبہ بھوپال بالقابہا کے وہ مشہور پمفلٹ جو انھون نے رؤسائے ہند کی اعلی تعلیم پر لکھا اور جس طرح چیفس کالجون کی پالیسی اور تعلیم پر نکتہ چینی کی وہ سب کے سامنے ہے - پھر جلسون مین جہان برٹش رزیڈنٹ اور خود حضور والسرائے تشریف فرما رہتے ہین - تمام رؤسا اپنے خیالات کو ظاہر کرتے ہین تو ایسی حالت مین جبکہ انہون نے محض ایک قومی ہمدردی سے اور خدا واسطے قوم کو روپیہ دیا ہے کیون کر اس کی واپسی کا مطالبہ کر سکتے ہین - اور کس طرح شرع و قانون کے خلاف واپس لینے کا خیال بھی دل مین لا سکتے ہین -

ہز ہائینس آغا خان کی امداد کا بند ہو جانا اس بنا پر نہین ہے بلکہ اس کے اور ہی اسباب ہین کیون کہ وہ خود مسئلہ الحاق کے حامی رہے ہین اور مسلمانون کے مرتبہ قانون اساسی کو پسند کیا ہے - فروری ۱۹۱۲ء مین بمقام بمبئی انہون نے خود لکھا ہے کہ :-

ہز ہائینس آغا خان کی راے قانون اساسی پر

مسلم یونیورسٹی کے مجوزہ کانسٹیٹیوشن کے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ اس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے کافی طریقے اختیار

کئے گئے ہیں۔ مجوزہ نظام ترکیبی جو مابین مسلمان اور گورنمنٹ لیڈروں کے بعد غور عمیق کے تیار ہوا ہے اطمینان بخش ہے۔ موجودہ ضروریات کے لئے جو جو قوانین منضبط کئے گئے ہیں کافی معلوم ہوتے ہیں۔ وائسرائے کو چانسلر مقرر کرنے میں علاوہ متعدد فوائد کے یونیورسٹی کو اچھا موقع ملے گا کہ ہر وقت اپنی ضروریات وائسرائے کی خدمت میں پیش کرتے رہیں۔

اس قسم کی یونیورسٹی قایم کرنے کے لئے سردست ۲۵ لاکھ روپیہ کی ضرورت ہے اگر مسلمان آج اتنا روپیہ جمع کریں تو آج ہی انھیں یونیورسٹی کا چارٹر مل جائے

ادب ووفا شعاری کا لحاظ

البتہ اس امر کی ضرورت ہے کہ جو کچھ مانگا جائے وہ ادب سے اور اس حیثیت کو ملحوظ رکھکر جو محکوم قوم کی ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں والیان ملک اور تعلقداروں کو ذرا بھی اعتراض نہیں ہوگا اور نہ گورنمنٹ ہی کے ناخوش ہونے کا اندیشہ ہے۔

گورنمنٹ کو ناراضی کی کوئی وجہ نہیں

اگر اس وقت خدانخواستہ مسلمان ہمیشہ کے لئے بھی یونیورسٹی نہ لینے کا فیصلہ کرلیں تو بھی گورنمنٹ کو ناراضی کی وجہ نہیں بلکہ یہ تحریک تو اس وقت کی ہے جب گورنمنٹ کی تعلیمی پالیسی قومی یونیورسٹیوں کے خلاف تھی۔ نہ یہ اُس کی تحریک تھی نہ اُس کا حکم ہے اور نہ اُس کو ضرورت ہے۔ یہ ایک

قومی مسئلہ ہے - ہم ایک چیز اپنے حسب پسند شکل وصورت کی مانگتے ہین -
گورنمنٹ دیتی ہے مگر اس طرح دینا مصلحت نہین سمجھتی - ہم بالفعل اس کا
لینا ملتوی رکھتے ہین اور اس بات کی ادب وعقیدت کے ساتھ کوشش کرتے
ہین کہ آیندہ جس طرح ہم چاہتے ہین اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت کرین تو کوئی
وجہ ناراضی نہین - ہم کوشش کرتے ہین جس مین وفاداری، ادب اور محبت شامل
ہوتی ہے اور ایسی کوشش یقیناً راے کو اور نرم بنا دیگی نہ کہ عتاب کی
وجہ ہوجائیگی - اور ایسی وجہ، کہ والیان ملک اور تعلقہ دار اس کو سمجھین یا
معلوم کرین -

بجز اس کے کہ اس طرح مفروضہ ناراضی کا خوف دلا کر عام راے پر اثر
ڈالا جائے -

علیگڈہ کالج آج بھی ویسا ہی ہے جیسا کل تھا - ہز آنر سر جیمیس مسٹن بالقابہ
کے زمانہ مین خود صوبہ متحدہ مین کچھ ایسے واقعات پیش آئے جو ہماری
قومی بدقسمتی سے تھے - گورنمنٹ کو بھی کچھ تدابیر اختیار کرنی
پڑین جو ہر مضبوط وامن پسند گورنمنٹ اختیار کرتی ہے اور جس کا
اختیار کرنا ناگزیر ہوتا ہے - لیکن ان سے قوم پر من حیث القوم کوئی اثر نہین
پڑا اور نہ گورنمنٹ آف انڈیا اور نہ ہز آنر کی گورنمنٹ کو عام مسلمانون
کی طرف سے کوئی بدظنی ہوئی اور نہ اُن کی عنایات والطاف مین
کمی آئی بلکہ ان کی فیاضی اور ہردلعزیزی کا نقش اور گہرا ہوگیا اور عام مسلمانون
کی عقیدت ومحبت اور بڑھ گئی -

اسی عرصہ مین کتنی مرتبہ ہز آنر علیگڈھ تشریف لائے اور انہون نے کالج کا معائنہ فرمایا اور کس طرح حوصلہ افزائی کی - کل کی بات ہے کہ ہز آنر کی ۳- مارچ کی تقریر کالج کے طلباء کے لئے کس قدر حوصلہ افزا تھی اور اس مین کیسی مشفقانہ نصیحت وہمدردی بھری ہوئی تھی -

یونیورسٹی کے متعلق جو اختلافات ہین وہ اصولی ہین اور جلد یا بہ دیر طے ہون گے - مسلمانون کا مطمح نظر یونیورسٹی ہے اور گورنمنٹ آمادہ ہے پس تاخیر سے کوئی وجہ تردد نہین اور نہ گورنمنٹ کی ناراضی کا اندیشہ ہے -

جلدی کی اصلی وجہ

گذشتہ چھہ مہینے سے جو ہندو یونیورسٹی کی شرائط پر مسلم یونیورسٹی لینے کی تحریک پیدا کی جارہی ہے اور ایک خاص حلقہ اور محدود طبقہ ہر قسم کی کوشش کر رہا ہے اُن مین صاحبزادہ آفتاب احمد خان صاحب لیڈنگ پارٹ لے رہے ہین جن کی رائے اختیارات وغیرہ کے متعلق صفحہ (۲ ۱) مین درج ہے لیکن اب انھون نے اس تحریک کے متعلق تمام اخبارات مین کھلی چھٹی شائع کی ہے اور اس کو بصورت پمفلٹ بھی تقسیم کیا ہے اس مین قانون و قواعد پر بحث ومقابلہ کر کے جہان تک کہ اختیارات کا مسئلہ ہے اس کی نسبت قطعی طور پر فیصلہ کر دیا ہے کہ ہندو یونیورسٹی کی اسکیم بالکل اعتدال پر ہے اور اس مین ہر دو فریق کے اعتراضات کا کامل لحاظ رکھا گیا ہے اور وہ آزادی تسلیم کی گئی ہے جو اسکیم کے لئے ضروری ہے اس لئے وہ تاخیر کو جائز

نہیں سمجھتے۔

بلاشبہ یہ مسئلہ ایسا نہیں ہے کہ قوم کے عام افراد اس پر بحث کریں بلکہ قوم کے اُن خواص کا کام ہے جو مقنن اور ماہرین تعلیم ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ جو تاخیر چاہتے ہیں اور ایک محدود وقت تک اس مسئلہ کو ملتوی رکھنے کی خواہش مند ہیں اُن میں بھی ایسے اصحاب موجود ہیں جن میں عام رہنمائی کی قابلیت ہے۔ اگر یہ گروہ متفق ہو جائے تو عوام کو اختلاف کی کوئی وجہ نہیں اور نہ اُن کا اختلاف قابل قدر ہے لیکن اس بات کو کیا کیا جائے کہ ہندو یونیورسٹی کا قانون نافذ ہونے کے بعد کانفرنس جیسے عظیم الشان تعلیمی اجتماع کے موقع پر مسٹر جسٹس عبدالرحیم نے جو اس اجتماع کے تعلیمی رہبر تھے لفٹننٹ گورنر کو اختیارات تفویض ہونے کے متعلق اپنا تردد ظاہر کیا ہے اور ان اختیارات کو اندیشوں کا باعث بتا کر یونیورسٹی کے وقار کے منافی سمجھا ہے۔

صدر جلسہ کی قابلیت علمی، دوراندیشی اور اصابت رائے کے متعلق پبلک نہیں سمجھ سکتی کہ کوئی شک کی وجہ ہے۔

اصولاً خود صاحبزادہ صاحب نے یہی چٹھی شائع کرنے کے بعد ان کی رائے سے اتفاق کیا ہے اور اسی بنا پر کانفرس کی جانب سے ایک نیابتی ڈپوٹیشن کا آنریبل ممبر تعلیم کے پاس جانا تجویز ہوا اور اس تجویز پر عمل کیا گیا۔ اگر ہندو یونیورسٹی کے قانون میں جو اکتوبر میں ہی پیش ہو چکا تھا۔ مسلمانوں کو اور بالخصوص صاحبزادہ صاحب اور آنریری سکریٹری کالج کو کوئی وجہ ترمیم نظر نہ آتی تھی تو اس ڈپوٹیشن کے پیش ہونے کی تجویز

سے اختلاف کیا جاتا یا خود شریک نہ ہوتے اور آزادی و جسارت کے ساتھ جلسہ مین انکار کر دیتے جس طرح نواب وقار الملک نے مسلم لیگ کے جلسہ مین سوٹ ایبل سیلف گورنمنٹ کے متفقہ رزولیوشن کے خلاف آواز بلند کی تھی - مگر ایک آواز بھی اس کے خلاف بلند نہین ہوئی اور ان دونون محترمین نے ڈپوٹیشن مین شرکت کی -

غرض وہ تمام ممبر جو اس ڈپوٹیشن مین شریک تھے اس امر کے باور کرانے کے ذمہ دار ہین کہ ہندو یونیورسٹی کا قانون ہماری ضروریات کے لحاظ سے مکمل نہین ہے اور پبلک کے دل سے یہ خیال اُس وقت تک رفع نہین ہو سکتا جب تک کہ مسلمان لیڈرون مین متفقہ طور پر اس کا مختتم طور پر فیصلہ نہ ہو جائے -

مسئلہ تاخیر و التوا پر حاذق الملک کی رائے

حاذق الملک[۵۱] نے جو عام راے کی رہنمائی کرتے ہین، کالج کے ٹرسٹی ہین اور دہلی مین رہنے کے باعث گورنمنٹ آف انڈیا کے ممبرون اور ذمہ دار حکام سے نسبتاً زیادہ ملتے رہتے ہین اور جو ایک صلح کل اور ہر دلعزیز بزرگ ہین - اس سوال کے جواب مین کہ ”کیا جناب کی راے مین مسلمان اس قسم کی یونیورسٹی سے مطمئن ہو جائین گے جیسی کہ برادرانِ ہنود نے قبول کی ہے“ یہ جواب دیا ہے کہ :-

---

۵۱ پیسہ اخبار ۱۶ نومبر ۱۹۱۵ء صفحہ ۳ -

"نہیں جہاں تک میری واقفیت ہے عام رائے پر کوئی اطمینانی اثر ایسی یونیورسٹی کا نہیں ہے۔"

جناب ممدوح نہ صرف اس پر بے اطمینانی ظاہر کرتے ہیں بلکہ وہ فرماتے ہیں کہ:۔

"میں اپنے ناچیز خیال کے مطابق التوا کو ایسے اہم مسئلہ کے متعلق جیسا کہ مسلم یونیورسٹی کا ہے نہایت ضروری سمجھتا ہوں اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ تاخیر کے بعد ہمیں بھی یونیورسٹی لینی پڑے گی تو کم سے کم ہم کسی ایسے گناہ کا ارتکاب نہیں کریں گے جس کی تلافی ہمارے اختیار سے باہر ہو لیکن اگر یہ عرض کیا جائے کہ اس کی کیا تلافی ہو سکتی ہے دیر کرنے سے ہم کسی بہتر یونیورسٹی کو حاصل کر سکتے ہیں تو پھر عجلت کرنے سے جو گزند قوم کو پہنچے گا، اس جلسہ (۱۵۔ اکتوبر) میں اس پر بھی خاص زور دیا گیا تھا کہ اگر ہم جلد یونیورسٹی نہیں لیں گے تو جس گروہ کے ہاتھ میں چارٹر ہو گا وہ ہم سے تعلیمی مسابقت میں آگے نکل جائیگا مگر اب مسٹر بٹلر کی بنارس کی وزٹ نے اس ویل کے چہرہ کو بے نقاب کر دیا ہے اور یہ بات آشکارا ہو گئی ہے کہ ایک سال سے پہلے کسی طرح ہمارے بھائیوں کو چارٹر نہیں مل سکیگا اس کے ساتھ ہی ہمیں یہ بھی دیکھنا ہے کہ ہم علی گڈہ کالج کی نسبتاً مکمل حالت کی وجہ سے اگر بہتر یونیورسٹی لینے کے خیال سے تاخیر کریں گے تو مسلم یونیورسٹی بل پاس ہو جانے کے بعد ہمیں چارٹر ملنے میں زیادہ دیر نہیں ہو سکتی۔"

پھر وہ آخر مین فونڈیشن کمیٹی کا جلسہ جلد منعقد ہونے سے اس طرح اختلاف کرتے ہین :۔

"مجھے یقین ہے کہ فونڈیشن کمیٹی کے جلسہ مین ہرگز تعجیل نہین کی جائے گی بلکہ جناب راجہ صاحب بہادر محمود آباد اور جناب نواب اسحاق خان صاحب اسی وقت اس جلسہ کو بلائین گے جبکہ دوسرے حالات اس کے لئے مناسب ہون گے ہم کو ان دونون بزرگون پر (طلبی فونڈیشن کمیٹی کے متعلق) پورا اطمینان اور کامل بھروسہ کرنا چاہیئے بے شک۔ اگر جلدی کی گئی تو مجھے اس کے نتیجہ کی طرف سے بہت اندیشہ ہے۔ ممکن ہے کہ اس جلدی کی وجہ سے ایسے واقعات پیش آئین جو ہمارے لئے بہت افسوسناک ہون گے۔ اور جن کی تفصیل اس وقت غیر ضروری معلوم ہوتی ہے"

جلد چارٹر لینے مین صاحبزادہ آفتاب احمد خان کا سبب اصرار

متذکرہ بالا چٹھی مین صاحبزادہ صاحب نے عجلت کی اصلی وجہ اس طرح ظاہر کی ہے کہ :۔

"آخر مین مجھے اجازت دی جائے کہ مین اُن چند خطرات کا ذکر کردن جو زیادہ عرصہ تک یونیورسٹی کے لینے کو ملتوی کرنے مین مجھے نظر آرہے ہین۔ سب سے اول اور مقدم علی گڈھ کے درجہ کا مسئلہ ہے جو اسے مسلمانون کی تعلیم یا کم از کم مسلمانون کی قومی تحریک کا مرکز ہونے کی حیثیت سے حاصل ہے"

اس کے بعد کالج کی حالت پر جو بے توجہی عام کے باعث ہے اور پشاور کالج وڈھاکہ و بانکی پور و بنارس کی مجوزہ یونیورسٹیون کے اور گورنمنٹ کے رویہ کی تبدیلی کے سبب سے جو اس پر اثر پڑے گا اس کا تذکرہ کیا ہے اور سوال کیا ہے کہ مزید ترقی سے قطع نظر کرکے تبدیل شدہ حالات کے مقابلہ مین اس کی موجودہ حیثیت کو کس طرح برقرار رکھ سکتے ہین اور اگر یونیورسٹی لینے مین تاخیر ہوئی تو صورت پیچیدہ تر اور بد سے بدتر ہو جائے گی کیونکہ (۱) قوم کو مایوسی کی وجہ سے صدمہ پہنچے گا اور علیگڈھ کی تحریک کے خلاف ردعمل کرین گے۔ (۲) قوم کے اندر جوش و خروش نہ رہے تا کہ گورنمنٹ کو غلط فہمیان اور شبہات نہ ہون۔ (۳) کالج کی مالی حالت پہلے سے ہی ناقابل اطمینان ہے اور یونیورسٹی نہ لینے سے جو رقم جمع ہے واپس ہونے لگے گی اور یا دوسرے اسکیمون پر صرف ہو جائے گی۔ ہز ہائنیس آغا خان نے اپنی امداد روک لی ہے اور کوئی نہین جانتا کہ یونیورسٹی نہ لینے کا فیصلہ کرتے ہی اور کیا پیش آ جائے۔ (۴) یہ اندیشہ ہے کہ تاخیر کی حالت مین ایسے واقعات پیش آ جائین جو غیر متوقع یا نامعلوم اسباب کی وجہ سے ہمارے حصول یونیورسٹی کے راستہ مین جدید مشکلات حائل کر دین۔ اس سلسلہ مین ہمین مجوزہ ایگزیکٹیو کونسل صوبجات متحدہ آگرہ و اودھ کے حشر کو فراموش نہین کرنا چاہیئے۔ (۵) تاخیر سے ایک ناقابل عفو گناہ کے مرتکب ہون گے۔

اسباب عجلت کی غلطی

ہم ادب کے ساتھ یہ عرض کرنے پر مجبور ہین کہ صاحبزادہ صاحب کے یہ

دلائل عام رائے کے نزدیک شاید ہی قابل تسلیم ہوں کیونکہ (۱) قوم کا بڑا حصہ جس کو الحاق و آزادی کا منظر دکھایا گیا تھا اور جس کے سامنے ان حقوق کے لئے پرجوش تقریریں کی گئی تھیں اور گرم گرم مضامین لکھے گئے تھے وہ تو اس کے خلاف عمل کرنے سے مایوس ہوگا اور اس طبقہ کی خودمختارانہ کارروائیوں سے وہ کالج اور یونیورسٹی دونوں کی محبت دل سے نکال کر پھینک دے گا۔ (۲) قوم میں کوئی جوش و خروش نہیں بلکہ جس گروہ کی طرف جوش و خروش کو منسوب کیا جاتا ہے وہ تو اختتام جنگ تک خاموشی کی ہدایت کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ ایسے وقت میں جبکہ سلطنت برطانیہ کے ہر فرد کا دل و دماغ موجودہ خونریز جنگ کی طرف مصروف ہے اور اختلافی مسائل کونسلوں تک میں قطعی پیش نہیں ہو سکتے سکون و سکوت اختیار کیا جائے اور جب سلطنت برطانیہ فتح مند ہو جائے جس کا سلطنت کے ہر باشندے کو یقین ہے اُس وقت اس مسئلہ کو اٹھایا جائے۔ زمانہ ہمارا مساعد ہوگا۔ فتحمند برطانیہ میں سرور و مسرت کی لہریں موج زن ہونگی۔ ہندوستان کا مستقبل بھی شاندار ہو جائے گا اور وہ اُمیدیں پوری ہو رہی ہوں گی جن کے بعد از جنگ پورا ہونے کی تمام ہندوستان کو توقع ہے۔ اُس وقت ہم ادب کے ساتھ عرض و التجا کریں گے کہ ہم کو وہی یونیورسٹی دی جائے جو ہماری قوم کے محترم رہنما گورنمنٹ کے مسلم وفادار، ملک کے حقیقی دوست، سلطنت برطانیہ کی وفاداری و عقیدت شعاری کے پرجوش منادی سر سید اعظم کی آرزو تھی اور اُس وقت ہمارا یقین ہے کہ فیاض برطانیہ

کے فیاض وزرا ردِّ التجا نہ کرینگے -

(۳) جس طرح شرعاً و قانوناً قوم کی مرضی کے خلاف اُمنا کو اس امانت کے خرچ کرنے کا حق نہیں ہے اُسی طرح کسی کو جب تک کہ یونیورسٹی لینے سے انکار نہ کیا جائے عطیات واپس لینے کا بھی استحقاق نہیں - اور یہ ظاہر ہے کہ مسلمانوں میں سے ایک فرد بھی یونیورسٹی لینے سے انکار نہیں کر رہا - اس موقع پر میجر حسن مرحوم کی رائے نقل کردینا غالباً باعث تسلی ہو جائیگا -

"بعض اوقات لوگ یہ کہتے ہیں کہ اب ہماری قوم میں ابتذال آگیا ہے مگر اس میں مجھ کو شک ہے کہ ہماری قوم میں بھی اس درجہ میں سخاوت اور حُبِ وطن سے بھرا لوگ نکلیں گے کہ وہ اپنا چندہ اُس وقت بھی واپس مانگیں جس وقت اُن کی سمجھ میں یہ بات آجائے گی کہ ہم اُس کو اُسی استعمال میں لانا چاہتے ہیں جس کے لئے وہ روز اوّل سے نامزد کردیا گیا تھا یعنی علیگڈھ کو ایک ایسی یونیورسٹی کی حیثیت تک پہنچانے کے لئے جو تمام ہندوستان کی اسی طور پر خدمت کرے جیسے کہ کالج کرتا آیا ہے مگر اس سے زیادہ قابلیت کے ساتھ"

اب رہا سیٹھ قاسم علی جے راج بھائی کے عطیہ کی واپسی کا معاملہ اس کا جو فیصلہ ہوا ہے وہ بجائے خود ایک زبردست دلیل ہے (۴) یہ کوئی عاقبت اندیشی نہیں کہی جاسکتی کہ خود ہی دوسرن کی طرف سے فرض کرکے کوئی رائے قائم کرلیں اور خود ہی اس کے خلاف منادی کریں -

قوم میں ایک شخص بھی نہیں جس نے یونیورسٹی سے انکار کیا ہو - بحث

صرف اصولی امور پر ہے اور اس لئے انکار کا لفظ کسی کی طرف منسوب کرنا کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔

نامعلوم اسباب کا اندیشہ محض ایک فرضی ہے۔ اگزکٹیو کونسل کا مسئلہ اگرچہ گورنمنٹ آف انڈیا نے طے کر دیا تھا لیکن وزیر ہند نے طے نہین کیا تھا اور آخری فیصلہ وزیر ہند کے ہاتھ مین تھا۔ یونیورسٹی کا مسئلہ وزیر ہند کے یہان سے طے ہو گیا ہے اور گورنمنٹ جب ایک معاملہ کو طے کر دیتی ہے تو شاذونادر اور سخت مجبوریون کی حالت مین اس کو مسترد کرتی ہے۔ جس طرح تاخیر کے سبب سے اندیشہ ہے اسی طرح یہ اندیشہ بھی ہے کہ یونیورسٹی ملنے کے بعد ایسے نامعلوم اسباب پیش آئین کہ چارٹر مسترد کرنا ناگزیر ہو مگر ایسے خطرات ایک آئینی اور فیاض گورنمنٹ کی نسبت نہین کئے جا سکتے بلکہ یہ بہت ممکن ہے کہ اختتام جنگ کے بعد جن اصول پر مسلمانون کے ساتھ تعلیمی معاملات مین ہمیشہ رعایتین کی گئی ہین اور ان کو خاص حق دیئے گئے ہین یونیورسٹی کے مسئلہ مین بھی خاص رعایت اور خاص حق مل جائے۔

اس مین کس کو اختلاف ہو سکتا ہے کہ ہندوون کے مقابلہ مین ہم ہر حیثیت سے کسی قدر زیادہ رعایت کے مستحق ہین اور یہ مسلمہ و منفصلہ مسئلہ ہے جس پر عمل درآمد ہوتا ہوا چلا آیا ہے پس ہمارا اس وقت خاموش رہنا اور ادب و وفاداری کے ساتھ اختتام جنگ تک ملتوی کر دینا بمقابلہ عجلت کرنے کے زیادہ موزون و مناسب ہے۔

ہندوستان مین سلطنت برطانیہ اور ہندو مسلمان قومون کی بعینہ ایک مان اور دو بچون کی مثال ہو سکتی ہے پس اگر ایک بچہ جو ذاتی دولت و سرمایہ دوسرے بچہ کے مقابلہ مین نسبتاً بہت کم رکھتا ہے اور وہ مان سے دو برابر کے حصون مین سے کچھ زیادہ طلب کرتا ہے اور اس پر ضد کرتا ہے تو کوئی تمرد و گستاخی نہین ہے - اسی طرح اگر مان اُسکی خواہشون کو پوری کردے تو کوئی ناانصافی نہین -

(۵) تاخیر کوئی ناقابل عفو گناہ نہین ہے بلکہ عین ثواب ہے عجلت بقول حاذق الملک جن کو قوم کے ہر طبقہ کے خیالات کا اندازہ ہے ایسے نتائج پیدا کرے گی جو بہت افسوسناک ہونگے -

کالج کی مالی حالت خراب ہونے کے اسباب

(۶) البتہ صاحبزادہ صاحب کی چٹھی مین اہم اور غور طلب مسئلہ کالج کی مالی حالت کی نزاکت کا ہے مگر یہ خرابی آج سے نہین ہے بلکہ متواتر چار پانچ سال سے ہے - البتہ اس قریبی عرصہ مین زیادہ خراب ہو گئی ہے - خرابی کے وجوہ ایک جداگانہ مضمون کے محتاج ہین لیکن مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ خرابیان نتیجہ ہین ٹرسٹیون کی استبدادی کارروائیون، بے توجہی اور غلط طریقہ انتخاب کا - مثلاً عرض کیا جا سکتا ہے کہ جب سے کالج کی مالی حالت نازک ہوئی ہے مسلم یونیورسٹی کے سرمایہ کے بھروسہ پر کوئی خاص کوشش نہین کی گئی - اور نہ کبھی اس عرصہ مین آنریری سکرٹری

اور ٹرسٹیون نے مخصوص طور پر اس نقصان کے پورا کرنے کے لئے کارروائی کی - اگر حافظہ غلطی نہین کرتا تو ہم کہہ سکتے ہین کہ اس مقصد کے لئے آنریری سکرٹری یا کسی ڈپوٹیشن نے ایک قدم بھی علیگڈھ سے باہر نہین رکھا اور نہ ٹرسٹیون نے جو کہ اُن تمام اعزازات کو حاصل کرتے ہین جو اِس عہدہ کے ساتھ وابستہ ہین اور اِن مین سے اکثر دولت مند اور بڑے بڑے علاقون کے مالک ہین ایک حبۃ اس نقصان کے پورا کرنے کے لئے مرحمت فرمایا حالانکہ اس کے متعلق آپس مین گفتگوئین بھی ہوئین اور (غالباً) رزولیوشن بھی پاس ہوئے - البتہ نواب وقارالملک کے عہد مین ایک مرتبہ چھہ یا سات ٹرسٹیون نے کچھ رقوم عطا کی تھین - اگر ۱۰-۲ ٹرسٹی کچھہ اپنے پاس سے دیتے اور کچھہ خاص احباب سے بھی دلواتے جو فی کس بقدر سو روپیہ سالانہ کے ہوتا تو بھی بڑی کمی پوری ہو جاتی اور کچھہ بھی بار نہ ہوتا اور ہر شخص ان مین سے اتنی استطاعت اور اثر رکھتا ہے - لیکن یہ اُس وقت ہوتا جب آنریری سکرٹری اور مقامی ٹرسٹی توجہ اور کوشش کرتے - جب اخراجات کا اضافہ ناگزیر ہے تو مالی کوشش بھی ناگزیر ہے - مالی کوشش نہ کرنا اور اخراجات بڑہاتے جانا خواہ مخواہ مشکلات پیدا کرے گا - اور نہین معلوم کہ یہ بات کہان تک اقتصادی دوربینی کے مطابق ہے کہ جب آمدنی نہ ہو تو اخراجات بڑہنے دئے جائین -

مسلم یونیورسٹی کے سرمایہ کا منافعہ پیش نظر ہونے سے اِن تدبیرون کو چھوڑ دینا بقول اڈیٹر البشیر جو خود بھی کالج کے امین ہین نہ عقلمندی

ہے اور نہ مقتضائے حمیت (۱۵ دسمبر ۱۹۱۴ء) افسوس یہ کوشش تو بہت بعید ہے اُن سے اتنی قلمی کوشش بھی نہیں ہوتی کہ رائے طلب مسائل پر اپنی رائیں بھی بھیجدین۔

آنریری سکرٹری کا ایک کانفیڈنشل خط

ہم اس کے ثبوت مین صرف اس کانفیڈنشل خط کی طرف توجہ دلاتے ہین جو نواب آنریری سکرٹری نے ٹرسٹی صاحبان کی خدمت مین ۱۵۔ اگست ۱۹۱۳ء کو بھیجا تھا اور جو زمیندار اور ہمدرد مین بھی شایع ہو چکا ہے جس مین ٹرسٹیون کی بے توجہی پر افسوس کرتے ہوئے آخر مین لکھا ہے کہ :۔

ٹرسٹیون کی بے توجہی پر آنریری سکرٹری کا افسوس

"نظر بہ حالات بالا مین یہ عرض کرنے پر مجبور ہون کہ اس بات کی بہت ضرورت ہے کہ اس قومی ٹرسٹ سے اب زیادہ غفلت نہ کی جائے اور جہان تک ہو سکے اس کے معاملات مین زیادہ دلچسپی لی جاوے۔ اور اگر کوئی ٹرسٹی صاحب خاص وجوہ سے اس ذمہ داری کا بار اُٹھانا پسند نہین فرماتے تو اُن کو اس امر کا تصفیہ کرنا چاہیئے کہ اُن کے اور کالج کے حق مین اُن کا ٹرسٹی رہنا ایسے حال مین مفید ہے یا نہین۔"

اس پورے خط کے پڑھنے سے جس کو بوجہ طوالت ہم درج نہین کرتے افسوس پیدا ہوتا ہے۔

کام کرنے والے ٹرسٹیون کی رائے کی پروا نہین کیجاتی

لیکن جو کام کرنے والے ٹرسٹی ہین اور جن کو دلچسپی ہے اُن ہین سے بعض کی نسبت ہم کو معلوم ہے کہ وہ مفید تجاویز پیش کرتے ہین اور اُن کی تائید کے لیئے باہر سے خود بھی آتے ہین لیکن اُن کی تجاویز پر اکسی کے قاتل طریقہ سے استبداد کی قربان گاہ پر کُند چھُری سے ذبح کر دی جاتی ہین۔

مسٹر سعید محمد خان بی اے ٹرسٹی کا تازہ مضمون

۱۰ مارچ کے زمیندار ہین مسٹر سعید محمد خان بی اے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس و ٹرسٹی نے جو مضمون شایع کرایا ہے اس ہین ایسی ناعاقبت اندیشی و استبداد کی حیرت انگیز مثالین پیش کی ہین۔

اُنھون نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ "ہر ایک منتظم کالج سال کے شروع مین ایک رپورٹ اس امر کی بھیجا کرے کہ اُس نے کس قدر اور کس طریقہ سے سال ماسبق ہین کالج کی خدمت کی" لیکن مسترد کر دی گئی حالانکہ یہ ایک نہایت مفید تجویز تھی۔ خود ایک مرتبہ نواب محسن الملک مرحوم نے علیگڈھ کے اجلاس کانفرنس ہیں کہا تھا کہ "آیندہ اس پلیٹ فارم پر بولنے کا وہی مجاز ہوگا جو یہ کہے کہ ہین نے یہ خدمت کی ہے"

اسی سلسلہ ہین ٹرسٹی صاحب موصوف نے اس سال کے انتخاب پر افسوس کیا اور دکھایا ہے کہ صاحبزادہ شمشاد احمد خان بیرسٹر بمقابلہ ڈاکٹر

عبدالرحمان سیوہاری بجنوری بی اے ایل ایل بی پی ایچ۔ڈی بیرسٹر ایٹ لا فیلو آف دی سوسائٹی آف کمپیریٹیو اسٹیڈی آف لاہالی لینڈ وپیرس وجرمنی کے ٹرسٹی شپ مین کامیاب ہوئے حالانکہ کامیاب امیدوار محض تازہ بیرسٹر ہین اور ناکام اُمیدوار وہ ہین جنہون نے بزمانۂ طالبعلمی کالج مین اپنی قابلیت کا سکہ جمادیا تھا۔ انگلینڈ وجرمن مین تعلیم پائی یونیورسٹی، کانسٹی ٹیوشن کے متعلق مفید مشورے دئے اور جو اپنے تعلیمی تجربات سے بہت کچھ فائدہ پہونچا سکتے ہین اور جنکی قابلیت خود ان کی ڈگریون سے ظاہر ہے۔ اسی طرح مسٹر محمد اسمٰعیل خان نواب آنریری سکریٹری کے صاحبزادے بھی بلا کسی خاص قابلیت اور استحقاق کے ٹرسٹی منتخب ہوئے۔ خیر یہ دونون صاحب تو اُن کے اخلاف ہین جو تھوڑا بہت قومی کام کرتے ہین اور قوم ان کی شکرگذار ہے مگر اُن لوگون کو کیا کہا جائے گا جن کا اتنا بھی حق نہین۔

کالج کی مالی حالت کی درستی کی ذمہ داری

بہر حال کچھ بھی ہے کالج کی حالت درست کرنا ہر فرد قوم پر فرض ہے اور اس فرض سے کسی کو انکار نہین ہوسکتا۔ لیکن یہ طریقہ نہین ہے کہ مسلم یونیورسٹی فنڈ کے منافعہ پر توکل کرلیا جائے۔

یونیورسٹی کے فیصلہ کی بہترین صورت

مسلم یونیورسٹی کا فیصلہ کرنے کے لیئے رہنمایانِ قوم کو ایک بہترین صورت

اختیار کرنی چاہیے جس مین اختلاف کی گنجایش نہ رہے۔

لکھنو فونڈیشن کمیٹی مین صرف یہ امر طے ہونا چاہیے کہ مسلمانون کی ایک ایسی نیابتی جماعت جس کو ہر حصۂ ملک کے لوکل کمیٹیان اور چندہ دینے والی جماعتین منتخب کرین جلد سے جلد قائم کی جائے اور اس کو پنچایتی طریقہ پر فیصلہ کا اختیار دیدیا جائے۔ صدر دفتر سے ہر اُس شخص کو جس نے چندہ بھیجا ہے یا لوکل کمیٹیون کے سکرٹری اور پریسیڈنٹ کو اطلاع دی جائے کہ ایک میعاد معینہ کے اندر اپنے صوبہ مین انتخاب کرین اور ایسے اصحاب کے نام بھی مشتہر کردئے جایئں جو نیابت کے لئے موزون ہون اور جن کی ایک خاص تعداد ہو۔ اس جماعت مین بڑی بڑی رقمون کے دینے والے معطیون کو بھی شریک کیا جائے اور سعی بلیغ کرکے اس جماعت مین مسلمان ماہرین تعلیم کو بھی طلب کیا جائے اور انگلستان سے اُن واجب التعظیم نومسلم انگریزون کو بھی اس جلسہ مین مدعو کیا جائے جن کو تعلیم کے اعلیٰ تجربات حاصل ہین۔ اس طرح اس مسئلہ کا آخری فیصلہ ہو درنہ یہ بہت ممکن ہے کہ چھوٹی رقمون والے خواہ وہ آنے پائیون کے ہی کیون نہ ہون صدائے اختلاف بلند کرین اور اپنے شرعی وقانونی اختیار کو استعمال مین لائین۔ ایسی صورت مین وہ مخالفت پیدا ہوگی جس کا تحمل نہین ہوسکتا اور اگر اس وقت تحمل ہو بھی گیا تو آیندہ کی دلچسپی مفقود ہو جائے گی اور اس طرح جو یونیورسٹی قایم ہوگی وہ قومی نہین ہوگی بلکہ امراے اسلام کی یونیورسٹی

ہوگی جو بہت دن تک قایم نہین رہے گی۔

کالج کی مالی مشکل کا حل

کالج کی مالی مشکل کا حل اس طرح ممکن ہے کہ بڑے بڑے معطیون سے اُن کے عطیات کے منافعہ کو کالج پر بسلسلہ ترقی متعلق یونیورسٹی خرچ کرنے کی اجازت حاصل کی جائے۔ اعلیٰ حضرت نظام دکن سے گذارش کی جائے کہ جو سالانہ امداد یونیورسٹی کے چارٹر ملنے پر مشروط ہے اس کو جاری فرمادیا جائے کیونکہ وہ بھی یونیورسٹی کے اغراض مین صرف ہوگی جس طرح کہ بھوپال کی امداد سائنس اسکول پر صرف ہورہی ہے۔

اسی کے ساتھ خود ٹرسٹیان کالج سالانہ امداد اپنے ذمہ اپنی حیثیت کے مطابق قرار دے لین اور جو اتنی استطاعت نہین رکھتے وہ اپنے احباب سے کوشش کرکے کم از کم سو روپیے سالانہ ادا کرتے رہین جو ایک بہت ہی مختصر حقیر رقم ہے اور ہر ٹرسٹی کے حلقۂ اثر مین وصول ہوسکتی ہے۔ اس طرح کالج کی مالی حالت کی بہت جلد اصلاح ہوجائے گی اور اس سال مین اس ذریعہ سے ہم کالج کو بہت کچھ ترقی دے سکتے ہین۔

ایک آخری مسئلہ

اب ایک آخری مسئلہ جو سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے اور سب سے زیادہ غور طلب ہے اور جو جامع اسلامیہ کے لئے بمنزلہ روح کے ہے

اور وہ مسئلہ "مسلمان ماہرین تعلیم" کا ہے جن کے بغیر چارٹر حاصل ہو جانے پر بھی ہم دستِ مفلوج کی طرح رہین گے۔

مسلمان ماہرین تعلیم کا فقدان

یہ مسلّم ہے کہ ہماری قوم مین اس وقت بہت کم ماہرین تعلیم اور تعلیمی کام کرنے والے ہین اور اس مسئلہ کی نسبت اڈیٹر صاحب البشیر نے خاص طور پر توجہ دلائی ہے اور اسی خیال سے وہ ابتدا مین یونیورسٹی مین تاخیر کو نقصان رسان نہین سمجھتے تھے جیسا کہ ان کے مضامین کے اقتباسات سے جو اسی رسالہ مین درج ہین ظاہر ہے۔

ان کے علاوہ اور بھی رہنمایانِ قوم نے اس مسئلہ پر وقتاً فوقتاً غور کیا ہے۔

مسٹر عبداللہ ابن یوسف علی کی رائے۔

سنہ ١٩١٠ء مین مسٹر عبداللہ ابن یوسف علی ایم اے، ایل ایل ایم، وغیرہ وغیرہ نے جو ایک مستند ماہر تعلیم ہین کانفرنس کے صدارتی ایڈریس مین اسی جانب اشارہ کیا ہے کہ:۔

"**حصول سرمایہ** یہ خیال کر لینا سخت غلطی ہوگی کہ صرف سرمایہ کا مہیا ہو جانا ہی اس اسکیم کی عملی صورت اختیار کرنے کی کافی شرط ہے۔ مالی ذرائع کا مہیا ہونا واقعی ایک اہم معاملہ ہے لیکن یہ سب سے زیادہ ضروری نہین ہے ہم کو اس امر کا بھی لحاظ رکھنا ہے کہ اس اسکیم کو عمل مین لانے کے

واسطے ایسے اشخاص کی ضرورت ہوگی جو اس کام کو کر سکیں۔

کام کرنے والے اشخاص ایک یا دو اعلیٰ خیالات اور عملی دماغ کے لوگ کافی نہیں ہیں آپ کو مختلف ایسے لوگوں کی ضرورت ہوگی جن میں تعلیمی مادہ اور انتظامی قابلیت ہو اور جو اپنا تمام وقت اور قوت اس اسکیم کو عملی صورت میں لانے کے لئے صرف کر سکیں۔ کالج کی گذشتہ تواریخ کے تجربہ نے ہم کو بتا دیا ہے کہ انتظامی کمیٹی کی ترتیب سب سے زیادہ ضروری ہے علاوہ اُن معمولی صفات کے جو کہ ہر ایک کاروباری معاملہ میں ضروری ہوتی ہیں اس کا اثر پبلک میں اسقدر ہونا چاہیے کہ پبلک اس پر بھروسہ کر سکے۔ اس میں اس امر کا کافی مادہ ہونا چاہیے کہ تعلیمی امور کے متعلق کام کر سکے اور طالب علموں کی عادتوں اور ضروریات کے متعلق اس قدر معلومات ہونی چاہیے کہ مضبوطی اور انصاف کے ساتھ اُن پر تنبیہ قایم رکھی جا سکے

جماعت معلمان علاوہ اس کے ہم لوگوں کو نہایت مکمل اور اعلیٰ تربیت یافتہ معلموں کی ضرورت ہوگی جو کہ وقت کی ضروریات کو پورا کر سکیں اور اُن میں وہ تمام صفات جو کہ اُن کے طالب علموں میں پیدا کئے جانا مقصود ہیں اعلیٰ پیمانہ پر موجود ہوں۔ اس وقت ادنیٰ درجہ کی بھی تعلیم کے لئے اُستادوں کی کمی کو وہ لوگ جو تعلیمی معاملات میں سرگرم ہیں محسوس کرتے ہیں اور جب ہم مسلمان استادوں کی طرف غور کرتے ہیں تو ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تعداد میں بمقابلہ ضرورت کے نہایت شرمناک کمی ہے۔ اُن کی تعداد میں لقدر ضرورت

جو کچھ ترقی ہونے لگے گی تب ہی بہت وقت درکار ہوگا کہ قابلیت اُس اعلیٰ پیمانہ پر پہنچے جس کی ہم کو اپنے خیالات کے موافق نہایت شدید ضرورت ہے۔"

قحط الرجال کا نتیجہ

اس معاملہ میں جب ہماری تہی دستی کی کوئی انتہا نہیں اور ہم میں جس قدر ماہرین تعلیم ہیں وہ انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں اور جب ہماری جماعت منتظمہ یا کام کرنے والے اشخاص میں بہت تھوڑی تعداد ایسی ہے جو اس تجربہ کے میدان میں بہ مشکل قدم رکھنے کے قابل ہو سکتی ہے اور قابل آدمیوں کا اس درجہ قحط ہے تو آخر ہم ایک قومی یونیورسٹی کا نظام کس طرح قایم رکھ سکتے ہیں اور کیونکر اس سے وہ اصلی فائدہ اُٹھا سکتے ہیں جو ایک قومی یونیورسٹی کا ہونا چاہیے لامحالہ ہم کو اپنا تمام نظام تعلیم اور نظامِ اساسی غیروں کے سپرد کرنا ہوگا اور ہم غیروں کی امداد کے محتاج ہوں گے۔

ہم ہندو یونیورسٹی کی ریس کرتے ہیں لیکن نہیں دیکھتے کہ جس کالج کو وہ یونیورسٹی بنا رہے ہیں اُس میں کتنے قابل ترین اشخاص آنریری کام کرنے والے ہیں اور باقی کس قدر کم تنخواہوں پر ملازمت کرتے ہیں۔ برخلاف وہاں کے ہمارے یہاں یہ حالت ہے کہ مسلمان اسٹاف تک باوجود ادعائے ہمدردی قومی محض قلیل تنخواہ کے حیلہ پر جو ایک قومی کالج میں کسی طرح کم نہیں ہوتی اور اِن ہی کی قابلیت کے آدمی اسی قدر تنخواہ دوسری جگہ بھی پاتے ہیں۔ جب کبھی ان کو کسی دوسری جگہ زیادہ تنخواہ ملی چل دیتے ہیں اور

اس وجہ سے اسٹاف ہمیشہ غیر مستقل حالت میں رہتا ہے۔ اب اُس اسٹاف کی حالت قابل غور ہے جو کالج کی خدمت لتعلیم کے لئے کالج کے سرمایہ سے یورپ جاکر تکمیل کرتا ہے اور وہاں سے جب واپس آتا ہے تو اس کا تقرر کیا جاتا ہے مگر پہلے ہی ممبر کے تقرر کے وقت یہ مسئلہ پیش کیا گیا کہ ایسے اسٹاف کی تنخواہ کا گریڈ بھی یورپین اسٹاف کے برابر رکھا جائے چنانچہ کالج میں اس وقت جو ایسے ممبر ہیں وہ اسی گریڈ کی تنخواہ پاتے ہیں یہ یقینی ہے کہ یونیورسٹی کا چارٹر ملنے کے ساتھ مذہبی فیکلٹی قائم کرنے کا مطالبہ شروع کیا جائے گا کیونکہ اسی فیکلٹی کی اُمید و شوق میں بڑی بڑی رقمیں وصول ہوئی ہیں لیکن ہم تو دیکھتے ہیں کہ ہماری قوم میں ایسے آدمی جو اس فیکلٹی کو کامیاب بنا سکیں صرف دو ایک ہی نکلیں گے اور جو نکلیں گے اُن سے اُمید نہیں کہ وہ ایثار کریں اور یونیورسٹی میں آکر رہیں۔

سرمایہ غیر مکتفی

اس لحاظ سے اس وقت تک جو کچھ ہمارا سرمایہ ہے اس کا منافع کسی طرح ایک یونیورسٹی کے لیے کافی نہیں ہوگا اگر کالج کو یونیورسٹی ہونے کے بعد ہم ہر حیثیت سے المضاعف ہی سمجھ لیں تو دو سوا دو لاکھ روپیہ کیونکہ کفایت کرسکتا ہے اور پھر ایک بڑی رقم تعمیر عمارات و سامان تعلیم کے لئے بھی ضروری ہے۔ اس کے علاوہ ہم کو چند سال تک متعدد طلبا کو یورپ

کی تعلیم کے لئے بھی بھیجنا ہوگا اور نئی فیکلٹیاں قائم کرنی ہوں گی۔ اگر غائر نظر سے ہم اپنی حالت کو دیکھیں تو حقیقتاً ابھی وقت نہیں آیا ہے کہ ہم یونیورسٹی چلا سکیں کیونکہ ہم بالکل تہی دست ہیں۔ نہ ہمارے پاس قابل آدمی ہیں اور نہ سرمایہ کافی ہے۔ بہرحال جو فیصلہ ہو وہ بڑے تحمل و غور اور صبر و استقلال سے کرنا چاہیئے۔

قومی یونیورسٹی کے ایک مکمل خاکہ کا انتظار

اور ایسی صورت میں جس کو ہم نے اس پمفلٹ میں مفصلاً بیان کیا ہے ہم نہیں سمجھتے کہ التوا میں کیا حرج ہے اور پھر جب ایسی شکل ہی واقع ہو کہ اس زمانہ تاخیر میں ہمارا جو قدم بڑھے گا وہ یونیورسٹی کی طرف ہوگا۔

اس عرصہ میں ہندو یونیورسٹی اسٹیٹوٹس ریگولیشن اور بائی لاز بھی تیار ہوکر پیش ہو جائیں گے اور ہمارے سامنے ایک مکمل خاکہ ایک قومی یونیوسٹی کا ہوگا اور اس وقت ہر لحاظ سے غور و بحث میں کامل موقع ملیگا اس وقت تک محض قانون پاس ہوا ہے اور قانون کی خوبی ہمیشہ قواعد و ضوابط پر منحصر ہوتی ہے کیونکہ قانون میں محض اصول منضبط کردیے جاتے ہیں جب ہم کو ہندوؤں کی تقلید ہی کرنا ہے تو جب تک مکمل خاکہ تیار نہ ہو جائے اُس وقت تک صبر و استقلال سے کام لینا چاہیئے۔

زمانۂ التوا کے کام

اس زمانۂ التوا میں ہم کو بہت سے کاموں کی تکمیل کا موقع ملیگا اس امر کے طے

کرنے کے بعد کہ مسلم یونیورسٹی کا سرمایہ یونیورسٹی کے ابتدائی منازل و مدارج طے کرنے کے لئے صرف کیا جائے ہمارے سامنے ہاسپٹل، لیکچر روم پروفیسروں کے اقامتی بنگلے وغیرہ کی تعمیر کا مسئلہ ہے جو کئی سال میں تعمیر ہوں گے۔

پھر طلبا کو یورپ کی تکمیل تعلیم کیلئے بھیجنا ہے۔ طلبا کی تعداد بڑھانی ہے اور بہت سی باتیں ہیں جن کو ابتداءً انجام دینا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ ابھی ممکن ہے کہ ہم کو وہ گرانٹ بھی حاصل نہ ہو جو گورنمنٹ کی طرف سے ملنے والی ہے اور نہ اس وقت اس کا لینا قرین حمیّت ہے ایسی صورت میں بغیر چارٹر کے بھی ہم کام کر سکتے ہیں اور مسئلہ التوا کے طے کر دینے میں کوئی مادی نقصان نہیں ہوتا چارٹر ملنے کے بعد بھی ہم کو تکمیل عمارات تعلیم طلبا و اضافہ تعداد طلبا قیام فیکلٹیز وغیرہ کے لئے عرصہ درکار ہے۔ ان حالات پر نظر کرتے ہوئے التوا کا صریح فائدہ نظروں کے سامنے ہے اور اس کے خلاف جماعت میں تفرقہ پڑنے کا جس سے بقول حاذق الملک سخت گزند پہونچے گا بڑا اندیشہ ہے۔

تمت بالخیر